زبانِ رسالت مآب ﷺ سے دلچسپ اور نصیحت آموز قصے

صحیح قصص النبوی ﷺ

تالیف
محمد بن حمید زینو

ترجمہ
ابو ضیغم شارق

نظرِ ثانی
ابو ضیا محمود احمد غضنفر

حدیبیہ پبلیکیشنز
رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور



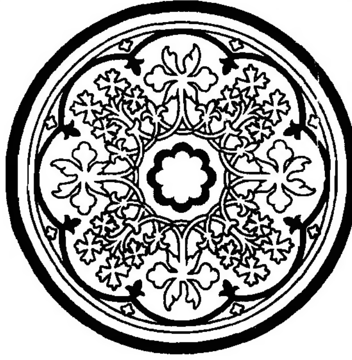
زبان رسالت مآب ﷺ سے دلچسپ اور نصیحت آموز قصے

صحیح قصص النبوی ﷺ

تالیف : محمد بن جمیل زینو

نظر ثانی : ابوضیا محمود احمد غضنفر

حدیبیہ پبلیکیشنز
رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون ۷۲۴۲۶۰۴



نام کتاب .... صحیح قصص النبوی ﷺ

مولف .... محمد بن حمید زینو

ترجمہ .... ابو ضیغم شارق

اشاعت اول .... اکتوبر 2003

تعداد .... ایک ہزار

قیمت .... -/48روپے

ناشر .... سمیع اللہ

مطبع .... موٹروے پریس

فہرست مضامین



عرضِ ناشر

ہر طرف سبزہ زار مناظر' باغوں میں چہکتے پرندے' لیل و نہار کی آمد و رفت' ندیوں کے چاندی مانند چمکتے پانی' کیاریوں میں سنہری چمکدار پھول' گزرگاہوں کے اطراف میں لگی ننھی ننھی مہکتی کلیاں ایسے طول و عرض میں پھیلی ہوئی ایسی دکھائی دیتی ہیں جیسے سفید ریشم کی چادر بُنی ہوئی ہو۔ جب ان مہکتی کلیوں پر تتلیاں آ کر بیٹھتی ہیں تو ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے کہ اس ریشم کی چادر پر کسی کاری گر نے ہاتھ کا ہنر ظاہر کیا ہو' جب نظریں آسمان کی طرف اٹھتی ہیں تو رات کے سماں کا اور ہی منظر دکھائی دیتا ہے۔ نظروں سے لے کر آسمان دنیا تک بھی فضا جگنو اور شمع پر گرنے والے پروانوں سے مزین ہوتی ہے۔ جب نظر آخر تک پہنچتی ہے تو آنکھیں اور مسحور کن نظاروں سے بھر جاتی ہیں۔ آسمان کی چھت ایسی لگتی ہے جیسے کہ کسی دلہن کے ڈوپٹہ پر کسی صاحب ہنر نے ہاتھ سے سنہری نگینے جڑے ہوں۔ فطرت کی ان تمام تر رعنائیوں کے باوجود معاشرہ کیا شکل اختیار کر چکا ہے؟ جس طرف بھی نظر اٹھتی ہے اُدھر ہی فتنوں کی دھول اڑتی نظر آتی ہے' محسوس ایسے ہوتا ہے جیسا کہ کل کی قیامت آج ہی بپا کرنے کو تیار ہو۔ ان سبھی باتوں کی خرابی کیا ہے؟ وہ بھی معلوم ہونی چاہیے۔ بعض اسباب' معاشرہ میں بیہودہ اخبار' جریدے' جنسی خواہشات کو بھڑکانے والے ناول' مرد و زن میں خفیہ خط و کتابت اور خاندانی احترام کو ختم کرنے والے محرکات ہیں۔ ان سے محفوظ رہنے کے لیے اور ایمان کو مضبوط بنانے کے لیے اب حدیبیہ پبلیکیشنز آپ کی خدمت میں ''صحیح قصص النبوی صلی اللہ علیہ وسلم'' کو بطور مصلح اور ناصح پیش کر رہا ہے۔ امید ہے یہ کتاب ہر فرد کے لئے باعثِ ہدایت و راہنمائی بنے گی۔

حقیقت کبھی چھپا نہیں کرتی۔ اس کتاب کے مضامین ایک ایسی حقیقت ہیں

جو ہر مرد و زن کے ٹھنڈے دل میں ایمانی گرمائش و حرارت پیدا کرتے ہیں۔ اس کتاب کو منظر عام پر لانے کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہر چھوٹا' بڑا اس کا دل جمعی اور دلچسپی سے مطالعہ کرے اور موجودہ فتنوں کے سامنے ایک آہنی دیوار بن جائے۔ خاص طور پر والدین کو اپنی اولاد کی بہتر تربیت کے لیے اس کتاب سے لازماً فائدہ اٹھانا چاہیے۔ کیوں کہ ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے جیسے اس کو سبق دیا جائے گا ویسے ہی اس کا نتیجہ نمودار ہوگا۔

''قصص النبوی ﷺ'' جیسے پاکیزہ سبق کی شکل میں دی جانے والی تربیت کا لازمی نتیجہ آپ کی اور آپ کے بچوں کی دنیا میں ترقی' سکون وخوشحالی اور آخرت میں ان کی کامیابی اور ان کی نیک تربیت آپ کے لئے ذریعہ کامیابی ونجات اور اللہ کی وسیع وعریض دلربا جنتوں کے مالک بن جانے کا باعث بن جائے گی۔ ان شاء اللہ۔

آخر میں امید ہے کہ اللہ ہماری کوشش وسعی کو اپنی رضاء کے ساتھ کامیاب کرے۔ اور اس کتاب کے پڑھنے والے ہر معصوم بچے کو مستقبل کا سپاہی اور ہر بڑے کو خالص اسلام کا راہی بنائے۔ آمین

محتاج دُعاء

سمیع اللہ



حرفِ آغاز

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ بِهٖ اِسْتَعِيْن.

امابعد!

یہ کتاب جو کہ آپ کے ہاتھ میں ہے مؤلفِ عظیم فضیلۃ الشیخ محمد بن جمیل زینو' عرب کے مشہور و معروف ادیب اور سکالر کی معرکۃ الآراء کتاب ہے جسے انہوں نے صحیح احادیث کی روشنی میں تحریر کیا ہے' جس کا نام ہے ''مِنْ بَدَائِعِ الْقَصَصِ النَّبَوِيِّ الصحيح'' موجودہ زمانہ میں کہ جب دنیا کے کفار مسلمانوں پر عسکری اور فکری اعتبار سے حملہ آور ہو چکے ہیں ایک تجربہ کار مہذب و مہربان ماں کی حیثیت رکھتی ہے جو کہ اپنے معصوم بیٹے کی تربیت تہذیب و اخلاق اور اُلفت و آداب کے سنہرے اصولوں کی روشنی میں کرتی ہو۔ الحمد للہ! مجھے اس کتاب کا ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ واللہ دوران ترجمہ بہت ہی خوشی ہوئی کہ اللہ نے مجھے عظیم مصنف کی کتاب کا ترجمہ کرنے کے لیے موقع فراہم کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں نے مصنف کے مقصد کو نہایت آسان اسلوب میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے' اور اس کتاب کے مولف کے طرز کو سامنے رکھتے ہوئے بعض جگہ قوسین میں قائل کی کلام کو واضح کیا ہے جو کہ پہلے محذوف عبارت تھی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ مصنف موصوف کے قوسین میں دیئے الفاظ کا سلیس اردو ترجمہ بیان کیا ہے اس کتاب میں سب سے زیادہ عبارت کے تسلسل کو مدنظر رکھا گیا ہے جو کہ پڑھنے والے کے ذہن کو حاضر رکھنے کا ایک طریقہ ہے۔ عربی سے اردو ترجمہ کرتے وقت میں نے کتب احادیث کے حوالہ جات بھی پہلے کی طرح لکھ دیئے ہیں تاکہ تحقیق و تخریج اور مراجعت میں آسانی رہے۔

خاص کر یہ کتاب آج کے دور کے مروجہ بیہودہ اور لغو لٹریچر کا بہترین نعم البدل کے لیے راکٹ لانچر کی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ بچے جن کی تربیت ناقص ہونے کی وجہ

سے اور ہنود و یہود کی میڈیا وار کے نتیجے میں گمراہ ہو رہے ہیں۔ ہر گلی کوچہ' ہر بازار' ٹی وی۔ وی سی آر کی طرف لپک رہے ہیں تاکہ مختلف فلمائی گئی فضول و بیہودہ اور بے مقصد کہانیوں کو متحرک پردہ سکرین پر دیکھ سکیں۔ ان کے لیے یہ ایک کامل رہنما کتاب ہے جس کے پڑھنے سے ذہن ایمان کی بلندی کو دیکھتا ہے دل حدیث وقرآن کی محبت سے اُچھل پڑتا ہے۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ ہر قصہ کے آخر میں عبرت حاصل کرنے کے لیے نکات دیئے گئے ہیں اور فوائد ایسے طریقہ سے لکھے گئے ہیں کہ دوران قصہ پڑھتے ہوئے پیدا ہونے والے شبہات نکات وفوائد پڑھنے سے پتھر پر بلندی سے گرنے والے تیز پانی کی طرح زائل ہو جاتے ہیں' اتنی جاذبیت اور کشش ہر بڑے اور چھوٹے کو حقیقی لطف وسرور کا تحفہ پیش کرتی ہے۔

والدین کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے بچے کی تربیت میں مکمل دلچسپی لیں بچے کی ہر بات پر کان لگائیں کہیں ان کا بیٹا گالی تو نہیں دیتا' کہیں ان کا بیٹا فتنہ میں پڑنے والی باتیں تو نہیں کرتا۔ اور خصوصاً والدین اپنے بچوں کی تربیت کرنے میں ان اخلاقی صحیح احادیث و واقعات والی ایسی کتب سے مدد لیں' جو کہ آج کے دور کے غلط رسالوں' اخباروں اور جریدوں کے پھیلائے گئے اثرات بِد کو یکسر ختم کرتی ہوں۔ یہ توجہ اور عمل والدین کو دنیا میں ہی کام نہیں آئے گا بلکہ آخرت میں وہی سدھرے ہوئے بچے اپنے والدین کے دامن گیر بن کر والدین کو جنت میں لے جائیں گے۔

آخر میں میں اپنے والدین وآباء کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ ان کو اپنی مرضی کے پھل دے۔ آمین

ابو ضیغم شارق

لاہور

جولائی ۵/۷/۲۰۰۳



مُقدّمہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَ نَسْتَعِيْنُهُ وَ نَسْتَغْفِرُهُ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ. اَمَّا بَعْدُ!

لوگوں کے دل طبعی طور پر واقعات کو ہی پسند کرتے ہیں۔ اور ان سے متاثر ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں آپ مختلف قسم کے واقعاتِ مفیدہ موجود پائیں گے۔ اور بعض ان میں سے احسن القصص ہیں۔

اور رسول اللہ ﷺ کو بھی رب کریم کی کتاب کی اقتداء کرنے پر مامور کیا گیا۔ جنہوں نے ہمیں ایسے واقعات سنائے جو کہ شیریں، فصاحت و بلاغت سے معمور ہیں۔ جن کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ وہ خیالی دنیا سے خالی ہیں بلکہ سچائی اور حقیقت کا مظہر ہیں۔

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴾ (نجم: ۳۔۴)

”وہ نبی (محمد ﷺ) اپنی طرف سے کچھ نہیں بولتا بلکہ جبھی کچھ اس کی طرف وحی کیا جاتا ہے“۔

اور ہمارے بعض نوجوان غیر شرعی اور نقصان دہ واقعات کی طرف جھک چکے ہیں۔ جو کہ اکثر جنسی خواہشات کا مجرم بنانے والے ہوتے ہیں۔ یہ واقعات مسلمانوں کو بے حیا اور ملحد بنا دیتے ہیں۔ اور اسلام کے دشمنوں کی بھی یہی خواہش اور ان کا ارادہ ہے۔ (کہ مسلمان گمراہ ہو جائیں)

اس لیے مسلم ادیب اور لکھاری پر یہ بات واجب ہو گئی کہ وہ صحیح دینی واقعات کو بطور خاکہ بیان کرے۔ ان واقعات میں اخلاق کو مہذب بنانے اور جوانوں کو دین کے قریب کرنے کا سبق موجود ہو۔

اور میں چند انوکھے واقعات نبوی مثال کے طور پر آپ کی خدمت میں لکھ رہا

ہوں جو صحیح احادیث سے منتخب کیے گئے ہیں۔ اور میں نے ان واقعات کو مکالمے کے رنگ میں ڈھالا ہے اور ایسے مشاہدے میں پرویا ہے گویا کہ تو ان واقعات کو اپنے سامنے واقع ہوتے دیکھ رہا ہے۔ اور ہر واقعہ کے آخر میں میں نے فوائد اور سبقِ عبرت تحریر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ﴾ (یوسف: ۱۱۱)

''البتہ تحقیق ہم نے ان لوگوں کے قصوں میں عقلمند احباب کے لیے عبرت رکھ دی ہے''۔

اور میں یہ بھی پسند کرتا ہوں کہ اس کتاب کے اہم امور سے قارئین کو خبردار کیا جائے:

1. میں نے قصہ کو سمجھنے کی خاطر ہر پڑھنے والے کی وسعت و طاقت کے مطابق کلمات کی تشریح کر دی ہے مثلاً (لَقِيَهُ) اس کی میں نے تشریح ایسے کی ہے (فَلَقِيَ ضَمَادٌ مُحَمَّدًا ﷺ) یعنی رسول اللہ ﷺ سے ضماد رضی اللہ عنہ نے ملاقات کی۔ (یعنی فاعل اور مفعول دونوں کو ظاہر کر دیا جو کہ پہلے مضمر تھے)۔
2. میں نے فعل ماضی کو فعل مضارع میں نقل کیا ہے تاکہ مشاہدہ کے طور پر پڑھنے والا ایسے محسوس کرے جیسے اس کی آنکھوں کے سامنے واقع پیش آ رہا ہے۔
3. میں نے کلمۂ (قَالَ) کو حذف کر دیا ہے۔ جس پر پہلی دفعہ کہنے والے کی کلام قصہ کے شروع میں دلالت کرتی ہے۔
4. جو میں نے ( ) دونوں قوسین میں کلام پیش کی ہے۔ یہ قائل کی کیفیت و حالت پر دلالت کرتی ہے جو کہ مؤلف کی طرف سے ہے۔
5. اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس مکالمے اور مشاہدے کے رنگ میں کسی شخصیت کی صورت اپنائی جائے۔ خاص طور پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی۔ ایسا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے ڈرامائی شکل بنانا حرام ہے۔

آخر میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کے ذریعے تمام مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے۔ اور اس کاوش کو خالصتاً اپنی رضا کے لیے بنائے۔

محمد بن جمیل زینو

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ایماندار بچہ اور جادوگر

1. بادشاہ اور جادوگر
2. راہب اور بچہ
3. ایماندار بچہ اور اژدھا
4. مومن بچہ اور اندھا آدمی
5. ایماندار کو سزا
6. مومن بچے کو سزا
7. مومن بچے کی قربانی
8. کفار کو جلانا
9. مذکورہ قصہ سے عبرت اور فوائد

بادشاہ اور جادوگر

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا اس کے ہاں ایک جادوگر تھا جب جادوگر بوڑھا ہوگیا تو اس نے اپنے بادشاہ کو کہا کہ اب تو میں بوڑھا ہو چکا ہوں ایسا کریں کہ مجھے ایک بچہ دے دیں جس کو میں سارے کا سارا جادو سکھا دوں چنانچہ بادشاہ نے ایک بچہ جادوگر کے حوالے کر دیا۔



راہب اور بچہ

جس راستہ پر بچہ بوڑھے کے پاس جاتا تھا اس راستے میں ایک نیک نفس انسان رہتا تھا بچہ اس راہب کے پاس بیٹھنے لگا اور اس کی باتیں سننے لگا اس نیک وصالح راہب کی باتیں بچے کے دل میں اُتر گئیں۔ لہٰذا جب بھی وہ جادوگر کے پاس جاتا تو پہلے راہب کے پاس لازماً جا کر بیٹھتا لیٹ ہونے کی وجہ سے جادوگر بوڑھا بچے کو مارتا تھا اس بات کی بچے نے راہب کو شکایت کی' نیک آدمی نے بچے کو یہ کہا کہ جب تو لیٹ ہو جائے تو جادوگر کو یہ کہہ دیا کر کہ میرے گھر والوں نے مجھے روک لیا تھا اور جب گھر والے ڈانٹیں تو یہ کہہ دیا کرو کہ مجھے جادوگر نے نہ آنے دیا تھا۔



ایماندار بچہ اور خطرناک سانپ

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ بچہ راستے پر جا رہا تھا اچانک دیکھا کہ ایک بہت بڑا اژدھا لوگوں کے راستے میں بیٹھا ہوا ہے اور یوں اس نے راستہ روک کر لوگوں کی

آمد ورفعت ناممکن بنادی ہے۔

بچہ اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔ آج مجھے علم ہو گا کہ کیا جادوگر افضل ہے یا راہب؟

بچے نے ایک پتھر اٹھایا اور کہا اے اللہ اگر راہب کا علم درست ہے تو جادوگر کی نہیں راہب کی محبت میرے دل میں ڈال دے اور اس سانپ کو ختم کر دے تاکہ لوگ اپنی اپنی راہ لیں۔ بچے نے پتھر سانپ کو مارا اللہ کے حکم سے اژدھا ختم ہو گیا' سبھی لوگ تعجب کرتے ہوئے اپنے اپنے کام پر چلے گئے۔ بچہ آ کر اپنے استاد راہب کو اس عجیب وغریب واقعہ کی خبر سناتا ہے راہب حیرانگی کے عالم میں کہتا ہے" اے میرے بیٹے آج تو تو مجھ سے بھی افضل ہو گیا ہے آج تو تمہارا علم مجھے حیران کر چکا ہے لیکن بیٹے یاد رکھنا اس وجہ سے تیری آزمائش ہو گی' لیکن اس وقت میرے متعلق کسی کو مت بتانا۔

چھوٹا بچہ اپنے ابتدائی ایام میں ہی مستجاب الدعوات بن گیا جو دعا کرتا تھا اللہ قبول فرماتے تھے۔ حتی کہ اندھے اور پھلبہری والے کو دم کرتا اور اس کے لیے دعا کرتا تو اللہ اندھے کی بینائی واپس لوٹا دیتے اور پھلبہری والے کی مرض دور کر دیتا حتی کہ لوگوں میں مشہور ہو گیا اور ہر مرض کا علاج کرنے میں آخری حد تک کامیاب ہو گیا۔



مومن بچہ اور وزیر

بادشاہ کے دربار میں ایک وزیر تھا وہ اچانک اندھا ہو گیا تھا۔ پتہ چلا کہ ایک بچہ ہے وہ دعا اور دم کرتا ہے بینائی واپس لوٹ آتی ہے چنانچہ اس اندھے وزیر کو پکڑ کر بچے کے پاس لایا گیا بچے نے دعا مانگی اور دم کیا اللہ نے اس وزیر کی بینائی کو واپس لوٹا دیا۔ دم اور دعا کرتے ہوئے بچے نے یہ کہا اگر تو اللہ پر ایمان لاتا ہے تو پھر میں دعا کرتا ہوں اللہ تجھے شفاء دے گا۔ بادشاہ کا وزیر جو چند منٹ قبل نابینا تھا وہ اب بینا ہو

گیا خوشی کی انتہا نہ تھی اس مسرت کے عالم میں وزیر نے گھر جا کر اس بچے کے لیے ہر قسم کے تحائف کا بندوبست کیا اور بچے کے پاس آ کر کہنے لگا یہ سبھی تحائف آپ کے لیے ہیں کیونکہ آپ نے مجھے شفاء دی ہے تو ان کے درمیان یوں بات چیت شروع ہوئی۔

بچہ کہنے لگا: میں تو کسی کو بھی شفاء نہیں دیتا شفاء تو صرف اللہ تعالیٰ دیتے ہیں۔

چنانچہ جب وزیر اللہ پر ایمان لے آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی جھولی کو شفاء سے بھر دیا۔

بڑی خوشی سے وزیر واپس بادشاہ کے پاس آتا ہے اور پہلے کی طرح اس کے پاس آ کر بیٹھ جاتا ہے۔

بادشاہ: (تعجب کرتے ہوئے) تیری نظر کو کس نے واپس لوٹایا؟

وزیر: (رَبِّی) (خوشی سے کہتا ہے) میرے اللہ تعالیٰ نے۔

بادشاہ: غصے میں آ کر کیا تو نے اور بھی خدا بنایا ہوا ہے؟

وزیر: (اپنے ایمان اور بہادری کے بل بوتے کہتا ہے) ''ہاں وہ خدا جو تجھے اور مجھے دونوں کو پالنے والا ہے''۔

بادشاہ اس وزیر کو اللہ پر ایمان لانے کی وجہ سے معزول کر دیتا ہے اور اس کو ہر طرح کی سزائیں دینا شروع کر دیتا ہے اور مجبور کرتا ہے کہ بچے کے بارے مجھے بتا؟ چنانچہ وزیر بچے کے بارے میں بتا دیتا ہے۔

بادشاہ کے کمانڈر بچے کو لا کر بادشاہ کے سامنے کھڑا کر دیتے ہیں۔

بادشاہ: (بچے سے مخاطب ہو کر) : اے میرے بیٹے تیرے جادو کا تو کافی دائرہ وسیع ہو چکا ہے یہاں تک کہ اندھے اور کوڑھی تجھ سے شفایاب ہوتے ہیں۔

بچہ: میں تو کسی کو شفاء نہیں دیتا اور نہ دے سکتا ہوں بلکہ شفاء تو اللہ تعالیٰ ہی دیتے ہیں۔

بادشاہ کا چہرہ لال زرد ہو جاتا ہے۔

ایماندار کو سزا

آخر کار بادشاہ بچے کو طرح طرح کی سزا دیتا ہے کہتا ہے: بتا تجھے یہ باتیں کس نے بتائیں؟ آخر بچے نے راہب کا پتہ بتا دیا۔ بادشاہ اپنے باڈی گارڈز کو بھیجتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں راہب کو فوراً حاضر کیا جائے۔ کمانڈر راہب کو بادشاہ کے دربار میں لے آتے ہیں۔ جونہی راہب بادشاہ کے سامنے آتا ہے بادشاہ نیک نفس انسان کو کہتا ہے کہ تم فوراً اپنے دین سے پھر جاؤ ورنہ تجھے مختلف سزاؤں سے دوچار کیا جائے گا۔ راہب بادشاہ کے اس بیہودہ قول کو قابل تنکیر بنا دیتا ہے۔ جب بادشاہ راہب کے ایمان سے نہ پھرنے سے لاچار ہو جاتا ہے تو وہ اپنے اردگرد کھڑے حواریوں کو آرڈر دیتا ہے کہ اس آدمی کو ختم کرنے کے لیے لکڑی چیرنے والا آرا لاؤ۔

بادشاہ کے کہنے پر آرا حاضر خدمت کیا جاتا ہے۔ نیک دل راہب کے سر کی مانگ پر آرا چلا دیا جاتا ہے۔ اس بے دردی کے عالم میں نیک راہب کے پاک جسم کے دو نصف نصف ٹکڑے خاک زمین پر آ گرتے ہیں:

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ .

اس سنگین ظلم کے بعد بھی بادشاہ کا کلیجہ ٹھنڈا نہیں ہوتا وہ اپنے سپاہیوں کو حکم دیتا ہے کہ وزیر کو بھی اس تخت موت پر لایا جائے۔ چنانچہ بادشاہ کے وزیر کو لایا جاتا ہے۔ بادشاہ کہتا ہے کہ اپنے اس نئے عقیدے سے باز رہو ورنہ تمہارا اسی راہب کا سا حشر ہوگا وزیر بھی ایمان جوش و خروش کا مظاہرہ کرتے ہوئے انکار کر دیتا ہے۔

لہٰذا اس کے سر پر بھی آرا رکھ دیا جاتا ہے۔ ایماندار وزیر کے جسم کے یہ دو ٹکڑے زمین کے چہرے پر گرتے ہوئے بھرپور قربانی کا ثبوت دیتے ہیں۔



بچے کو سزا

یہ کیسا خوفناک منظر تھا جس کو دیکھنے والوں کی آنکھیں آنسو بہا بہا کر تھک چکی ہوں گی۔

راہب اور وزیر کی یادگار شہادت کے بعد بھی بادشاہ طیش کے شعلے کو اگل رہا تھا۔ اب معصوم بچے کو سزائیں دینا شروع کرتا ہے۔ بادشاہ بچے کو کہتا ہے۔ ابھی بھی اپنے اس ذہن کو بدل لو ورنہ تم بھی پہلے دونوں کے حشر کے حصے دار بنو گے۔ بچہ علی الاعلان دین اسلام سے پھرنے کا انکار کرتا ہے۔

بادشاہ اپنے سپاہیوں کو آرڈر دیتا ہے۔

بادشاہ (غصے سے کہتا ہے): ''اس کو بلند وبالا پہاڑ پر لے جاؤ اور جب تم پہاڑ کی کوہان پر پہنچ جاؤ تو اس کو دین سے پھرنے کا دوبارہ کہنا باز آ جائے تو فبہا اور اگر دین کا انکار نہ کرے تو پھر اس کو بلند پہاڑ سے سطح زمین پر دے مارو''۔

وہ بچے کو لے کر پہاڑوں میں سے بلند پہاڑ پر چڑھ جاتے ہیں اور بچے کو سچے دین کا انکار کرنے پر اکساتے ہیں جب وہ اس کو اوپر سے پھینکنا چاہتے ہیں تو بچہ بدعاء کرتے ہوئے کہتا ہے:

''اے اللہ ان کو تو ہی کافی ہے جس طرح تو ان سے کرنا چاہتا ہے کر دے''۔

پلک جھپکنے سے قبل پہاڑ لرزہ براندام ہوتا ہے۔ بادشاہ کے آدمی گر کر تباہ ہو جاتے ہیں۔ وہ بچہ بحفاظت دوبارہ بادشاہ کے پاس آ جاتا ہے۔

باشادہ (دہشت اور حیرانگی کے عالم میں کہتا ہے): ''تیرے ساتھ جانے والے کہاں ہیں؟''۔

بچہ (ایمان اور بہادری کے عالم میں کہتا ہے): ''میرے اللہ نے ان سے نبٹ لیا ہے''۔

بادشاہ دوبارہ بچے کو بحری فوج کے حوالے کر دیتا ہے۔ اور سپاہیوں کو حکم دیتا ہے کہ

:اس بچے کو کشتی میں بٹھا لو اور سمندر کے درمیان میں لے جاؤ وہاں جا کر اس کو دین چھوڑنے پر مجبور کرنا اگر رک جائے تو بہتر ورنہ اس کو پانی کی موجوں میں ڈال دینا۔وہ ایسا کرتے ہیں جب بچے کو گہرے پانی میں لے جاتے ہیں تو مجبوراً بچے کو دین چھوڑنے پر ابھارتے ہیں جب بچہ نہیں مانتا تو اس کو سمندر کی تہہ میں ڈالنے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔

بچہ بدعاء کرتے ہوئے: ''اے اللہ! ان کو جیسے تو چاہتا ہے سنبھال لے''۔

ناؤ خطرناک ہچکچو لے کھاتی ہے ایک آن میں سبھی بحری فوج ختم ہو جاتی ہے

بچہ بچ کر پھر بادشاہ کے محل میں گھس آتا ہے۔

بادشاہ (غصے اور بزدلی میں کہتا ہے): ''جو آپ کے ساتھ بھیجے تھے وہ کہاں ہیں''۔

بچہ (اطمینان اور ثابت قدمی سے جواب دیتا ہے): ''اللہ نے ان کا بندوبست مستقل کر لیا ہے''۔



بچے کی اپنی جان کی قربانی

بچہ بادشاہ سے کہتا ہے: ''اے بادشاہ! جب تک میں تجھے مارنے کا طریقہ نہ بتاؤں اس وقت تک تو ہرگز مجھے مار نہیں سکتا''۔

بادشاہ (مایوسی اور شکست میں): ''کہتا ہے وہ طریقہ کیا ہے؟''۔

بچے نے جواب دیا: ''ایک میدان میں اپنی سبھی عوام کو اکٹھا کرو اور مجھے کھجور پر پھانسی دو پھر ایک تیر میری ترکش سے لو اور تیر کو کمان کی تند پر رکھتے ہوئے کہو: ''بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ'' میں اس اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو اس بچے کا رب ہے۔یہ کہہ کر پھر مجھے تیر مارو جب تم نے یہ کام کر لیا تو تم مجھے قتل کر لو گے''۔

آخر ایسا ہی ہوا بادشاہ نے عوام کو وسیع میدان میں اکٹھا کیا' بچے کو کھجور پر

پھانسی دی' بادشاہ نے بچے کی ترکش سے ایک تیر لیا پھر کمان میں رکھ کر کہنے لگا: ''بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ'' جب یہ الفاظ کہے تو تیر چھوڑ دیا جو بچے کی کنپٹی پر لگا۔ پس معصوم بچے نے اپنا ہاتھ کنپٹی پر رکھا اور روح عرش معلیٰ کی طرف پرواز کر گئی۔



لوگ بلند آوزوں میں

اردگرد کے دیکھنے والے لوگ بادشاہ کا یہ رویہ دیکھ کر بلند آواز سے پکارنے لگے: ''آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ'' (ہم اس بچے کے رب پر ایمان لائے) کی ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں۔ ایک گروہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔

گروہ پریشانی کے عالم میں بادشاہ سے کہنے لگا: ''اے بادشاہ! جتنا تم خوف کھاتے تھے اس سے دوگنا اور تمہارے خوف میں اضافہ ہو گیا ہے۔ وہ یہ کہ سبھی لوگ مسلمان ہو گئے ہیں۔

بادشاہ غصے کی حالت میں: ''ان لوگوں کے لیے بڑے بڑے گڑھے کھودو؟ ان میں شدید قسم کی آگ عام کر دو جو مرد و زن اپنے دین سے نہ پھرے اس کو ان شعلے مارتے گڑھوں میں پھینک دو''۔

ظالم گروہ نکالی گئی کھالیوں کے اطراف پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں کے ایک ایک گروہ کو آگ پر لا کر دین چھوڑنے پر مجبور کرتے ہیں جو جو نہ مانتا تھا اس کو بھڑکتی ہوئی آگ میں دھکا دے دیتے ہیں۔

کئی مومن ایمان سے بھرے دلوں کو جھلسوا بیٹھے۔

ایک نیک روح عورت کو آگ کے شعلوں کا نظارہ کروایا جاتا ہے' اس کے پاس دودھ پینے والا بچہ ہوتا ہے وہ آگ میں چھلانگ لگانے سے خوفزدہ ہوتی ہے اور پیچھے ہٹتی ہے۔

معصوم بچہ اپنی والدہ سے کہتا ہے: ''اے میری ماں! آگ میں کود جاؤ صبر کرو کیونکہ تم سچے دین پر ہو''۔

(ذکر قصة آصحاب الاخدود الامام المسلم ٤ / رقم٣٠٠٥)

کفار کا جلنا

اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّـذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ﴾ (ابروج : ١٠)

''وہ لوگ جنہوں نے مومن مردوں اور عورتوں کو آزمائش وسزا میں ڈالا بعد میں توبہ بھی نہ کی تو ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے جھلسا کر رکھ دینے والا عذاب ہے''۔

① ابن جریر اصحاب اخدود کا قصہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: عذاب جہنم عذاب حریق ہی ہے جو آخرت کے عذاب کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔

(ج ۳۰ ص ۱۳۵)

② علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔ جہنم ان کے کفر کرنے کی وجہ سے ہے اور عذاب حریق اُن کے لیے اس لیے ہے جو انہوں نے مومنوں کو سزائیں دیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آخرت میں ان کے کفر کے عذاب سے بڑھ کر ان کو عذاب ملے گا۔

③ ابن جریر سے علامہ ابو موسیٰ نقل کرتے فرماتے ہیں۔ اللہ تعالی نے مومنوں پر ہوا بھیجی جس نے مومنوں کی روحیں آگ میں گرنے سے قبل قبض کر لیں یہی ہوا کے چلنے کی وجہ سے آگ کے نزدیک کھڑے ہوئے لوگوں کو آگ باہر نکل کر کھانے لگی۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ کا فرمان دلالت کرتا ہے۔ (قُتِلَ اَصْحَابُ الْاُخْدُوْدِ)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے کہ کافروں کے لیے جلا دینے والا عذاب ہے۔



مذکورہ قصہ سے عبرت وفوائد

1- ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور فطرت ہمیشہ یہ تقاضہ کرتی ہے کہ اے انسان تو حق

اور خیر کا ہمیشہ طالب رہے! اور شرک کو چھوڑ دے یہ چھوٹا بچہ تھا جو حق کو سننے کے بعد راہب کے تربیت کرنے کے بعد خیر کا دامن گیر بن گیا اور شرک کو پھینک دیا جو کہ کافر جادوگر کے جادو میں تھا۔

2- ضرورت کے وقت کافروں سے نجات حاصل کرنے کے لیے اگر جھوٹ بولا جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

3- بچے کو پتہ چل گیا تھا کہ حق راہب ہی کے پاس ہے لیکن وہ مشرکوں کے سامنے حجت قائم کرنا چاہتا تھا جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے حجت قائم کی۔

4- اللہ تعالیٰ سے اس بات کی دعا مانگنا کہ اللہ میرے لیے حق کو واضح کر دے اور سیدھی راہ پر چلا دے اور یقین کو شک سے پاک کر دے۔ یہ نیک طینت انسان کا خاصہ ہے جو ہمہ وقت اپنی مشکلوں کو حل کرانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔

5- راستہ سے موذی چیز کا ہٹانا اور لوگوں کو تکلیف سے نجات دلانا یہ بہت ہی عمدہ ونفیس عمل ہے جس کے کرنے پر مسلمان کو اجر عظیم ملتا ہے۔ جیسا کہ احادیث میں صراحت بیان کی گئی ہے۔

6- مومن صادق وہ ہوتا ہے جو کہ کرامت کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے اپنے نفس کی شوخی نہیں دکھاتا۔

7- فضیلت کا اعتراف کرنا چاہیے خواہ وہ فضیلت چھوٹے کی ہو جیسے راہب نے کہا تھا: ''اِیْ بُنَیَّ اَنْتَ الْیَوْمَ اَفْضَلُ مِنِّیْ'' اے میرے بیٹے! آج تو تو مجھ سے بھی فضیلت لے گیا آج کے بعد تو مجھ سے افضل ہو گیا ہے

8- ہر آدمی جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرتا ہے اور حق کا دفاع کرتا ہے وہ یقیناً آزمایا جاتا ہے۔ ایسے مومن آدمی کو لازماً صبر سے کام لینا چاہیے اور ایسے متقی کے لیے اللہ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان حکیم کی

زبانی فرمایا جب وہ اپنے بیٹے کو وصیت کر رہے تھے:

﴿ یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَا اَصَابَکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾ (لقمان : ۱۷)

"حضرت لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اے میرے بیٹے نماز کو قائم کرنے اور نیکی کرنے کا حکم دے اور برائی سے منع کر۔ اس کے بعد جو تجھے تکلیف آئے اس پر صبر کر۔ یہ کام بہت بڑے مضبوط کاموں میں سے ہے"۔

9- وہ آدمی جو عقیدہ کے بارے بات کرنے میں تھوڑی سی غلطی کرتا ہے تو اس پر اس کی تھوڑی سی غلطی کی بھی اصلاح کرنی چاہیے جیسے بچے نے وزیر کو کہا:

اِنِّیْ لَآ اَشْفِیْ اَحَدًا اِنَّمَا یَشْفِی اللّٰہُ تَعَالٰی.

"اللہ تعالیٰ ہی شفاء دیتا ہے میں کسی کو شفاء نہیں دیتا ہوں"۔

یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے عین مطابق ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبانی فرمایا:

﴿ وَاِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْنِ ﴾ (الشعراء : ۸۰)

اور جب میں بیماری سے لاچار ہوتا ہوں تو مجھے اللہ تعالیٰ ہی شفاء دیتا ہے۔

10- اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں۔ جو ایمان کے اعتبار سے نہایت مضبوط ہیں۔ جتنا بھی ان کو تکالیف کی چکی میں گھمایا جائے تو وہ اپنے دین سے نہیں پھرتے وہ سرکشوں کی زبانی تھوڑا سا بھی کلمہ برداشت نہیں کرتے۔ جس سے ضعف ایمان یا کفر کی بو آتی ہو۔ اگرچہ ان کو جلا کر رکھ دیا جائے یا ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے بکھیر دیئے جائیں یا ان کو غرق آب کیا جائے۔ یہ نہایت فضیلت کا حامل منصب ہے جس کے بارے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول کے ذریعے اشارہ فرمایا::

﴿ وَکَاَیِّنْ مِّنْ نَّبِیٍّ قٰتَلَ مَعَہٗ رِبِّیُّوْنَ کَثِیْرٌ فَمَا وَھَنُوْا لِمَآ اَصَابَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ

اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ﴾

(ال عمران : ٤٦)

''کتنے ہی نبی تھے جن کے ساتھ کثیر تعداد میں ان کے تابعدار مل کر کافروں سے لڑائی کرتے تھے نہ تو اللہ کے راستے میں تکالیف پہنچنے کی وجہ سے ان کی ہمتیں پست ہوئیں اور نہ وہ کمزور ہوئے اور نہ بزدلی کا مظاہرہ کیا۔ حقیقت میں ایسے صابر لوگوں کو ہی اللہ پسند فرماتے ہیں''۔

اور اللہ تعالیٰ نے مجبوری کے وقت کلمہ کفر کہنے کی بھی اجازت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ. الخ ﴾

(النحل: ١٠٦)

''جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانے کے بعد کفر کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے ہاں سوائے اس آدمی کے جس نے کلمہ کفر تو کہہ لیا لیکن وہ دلی طور پر ایمان پر مطمئن ہے''۔

ایسے آدمی کو اللہ کی طرف سے اجازت ہے۔ لیکن کلمہ کفر کہنے کے وقت ایمان پر پختہ رہنا شرط لازم ہے

11- حتمی طور پر حق کی ہی مدد کرنی چاہیے۔ اور کلمہ حق ہی ہر جگہ مدد کرتا ہے۔ جیسے بادشاہ بچے کو قتل کرنے سے عاجز آ گیا تھا۔ اس وقت تک بادشاہ نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جب تک بچے نے خود کو قتل کرنے کے طریقہ کی نشاندہی نہ کی اور بچے کے بتائے ہوئے طریقہ میں ہی ایمان کی سلامتی اور بادشاہ کی ناکامی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قول اس بات کی تاکید کرتا ہے:

﴿ وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا، وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾

''اللہ تعالیٰ نے کافروں کی باتوں کو راکھ میں ملایا اور اپنے کلمہ کو بلند رکھا۔ یہ

ہی بات اللہ کے غالب اور حکمت والا ہونے کے لیے کافی ہے''۔

12- مومن بچے نے اپنے آپ کی قربانی اس لیے دی تا کہ تمام لوگ اللہ پر ایمان لانے والے بن جائیں۔ یہ مخلص مومنوں کی نشانیاں ہیں۔ جو اپنی امت کو سدھارنے کے لیے ہماتن کوشاں رہتے ہیں اگر ایسے لوگ شہادت کے مرتبہ پر فیض یاب ہو جاتے ہیں (اِلَی الْجَنَّةِ ذَاهِبُونَ) تو وہ جنت الفردوس کے علاوہ اور کہیں نہیں جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے شہید کی تعظیم میں ایک آیت کریمہ نازل فرمائی:

﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴾ (آل عمران : ١٦٩)

''وہ خوش نصیب جو اللہ کے کلمہ کی خاطر کٹ مرتے ہیں ان کو مردہ نہیں کہنا چاہیے۔ وہ تو رب کریم کے ہاں زندہ رہنے کے ساتھ ساتھ طرح طرح کے رزق دیے جاتے ہیں''۔

13- اللہ تعالیٰ مومنوں کو واضح دلائل کی وجہ سے ثابت قدم رکھتا ہے اور ان کی تائید کرامتوں کے ذریعے کرتا ہے جیسے کہ دودھ پینے والا بچہ بول کر کہتا ہے (اے ماں! صبر کرو کیوں کہ آپ حق پر ہیں)۔ اور ماں آگ میں کودنے کو قبول کر لیتی ہے اور اپنے بچے سمیت صبر کرتے ہوئے چھلانگ لگا دیتی ہے۔

14- یہ حتمی بات ہے کہ مرنے کے بعد مومن جنت میں جائیں گے۔ اور کافروں کے لئے دنیا میں جلا دینے والا عذاب ہے اور آخرت میں وہ جہنم کے عذاب کی طرف جائیں گے۔



کوڑھی، گنجا اور اندھا

عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ انه سمع النبی ﷺ یقول ان ثلاثة فی بنی اسرائیل (ابرص واقرع و اعمی) اراد الله ان یبتطیهم (یختبرهم) فبعث الیهم ملکاً.

حضرت ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ''بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے (کوڑھی' گنجا اور اندھا) اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمانا چاہا (ان کا امتحان لینا چاہا) اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف فرشتہ بھیجا''۔

(چنانچہ فرشتہ آدمی کی شکل میں کوڑھی کے پاس آتا ہے)

فرشتہ: (کوڑھی سے) کون سی دنیا کی چیز تجھے زیادہ محبوب ہے؟

کوڑھی: مجھے خوبصورت رنگ اور خوبصورت جسم زیادہ پسند ہے (میں یہ بھی چاہتا ہوں) کہ میں کوڑھ اور جزام کی بیماری سے نجات پا جاؤں۔ جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ فرشتہ اس (کوڑھی) کو جونہی ہاتھ سے چھوتا ہے۔ فوراً جسم سے آنے والی بو رفع ہو جاتی ہے۔ کوڑھی کو عمدہ رنگ اور جسم مل جاتا ہے۔

فرشتہ: (دوبارہ پھر کہتا ہے) تجھے مال کون سا پسند ہے؟

کوڑھی والا: مجھے تو اونٹ بہت پسند ہیں۔

(لہٰذا کوڑھی کو دس حاملہ اونٹنیاں دی جاتی ہیں)

فرشتہ: (کوڑھی والے کو اونٹ مل جاتے ہیں) فرشتہ جاتے جاتے کوڑھی کے مال کے بارہ اس کو برکت کی دعا دیتا ہے۔

فرشتہ (کوڑھی سے ہوتا ہوا) گنجے کے پاس آتا ہے۔

فرشتہ: (گنجے سے) تجھے دنیا کی کون سی چیز محبوب ہے؟

گنجا: (مجھے زیادہ محبوب یہ ہے کہ) یہ میرا گنجا پن زائل ہو جائے اور خوبصورت (چمکدار) بال مل جائیں۔

فرشتہ گنجے کو جونہی ہاتھ لگاتا ہے تو اس کا گنجا پن دور ہو جاتا ہے۔ گنجے کو بہترین قسم کے بال مل جاتے ہیں۔

فرشتہ: تجھے زیادہ محبوب مال کون سا ہے؟

گنجا: مجھے محبوب ترین مال گائے لگتا ہے۔

گنجے کو اس کی خواہش کے مطابق حاملہ گائے مل جاتی ہیں۔

فرشتہ جاتے جاتے دعا دیتا ہے کہ اللہ تیرے اس مال میں برکت کرے۔ فرشتہ (گنجے سے ہوتا ہوا) اندھے آدمی کے پاس آتا ہے۔

فرشتہ: (آ کر کہتا ہے) تجھے کون سی شیء زیادہ اچھی لگتی ہے؟

اندھا: (اے سوال کرنے والے) مجھے تو اس چیز سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں کہ اللہ میری بینائی واپس لوٹا دے۔ جس کے ذریعے میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔

(فرشتہ اندھے آدمی کو ہاتھ سے چھوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس اندھے کی بینائی واپس لوٹا دیتے ہیں)

فرشتہ: (اب مجھے بتاؤ) تجھے مال کون سا محبوب تر ہے؟

اندھا: مجھے بکریاں بہت محبوب ہیں۔

(لہٰذا اندھے کی خواہش کے مطابق) اس کو جنم دینے والی بکریاں دی جاتی ہیں۔ (یعنی حاملہ)

(چند مہینے یا سال گزرتے ہیں) کوڑھی کے پاس بہت سے

اونٹ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اور گنجے کی بے شمار گائے کے ذریعے حویلیاں پُر نظر آتی ہیں۔اور اندھے آدمی کے ہر طرف بکریوں کے چرتے ہوئے ریوڑ نظر آتے ہیں۔(وہی فرشتہ دوبارہ کوڑھی کا روپ دھار کر کوڑھی کے پاس آتا ہے)۔

فرشتہ: میں ایک مسکین آدمی ہوں۔ لمبے سفر کی وجہ سے میرے پاس کوئی زادِ راہ نہیں ہے۔آج کے دن تو تیرے سوا' اور اللہ کے سوا کوئی مددگار نظر نہیں آتا۔ میں تجھے اس ذات کا وسیلہ دیتا ہوں۔جس نے تجھے عمدہ رنگ وجسم عنایت فرمایا اور اس کے ساتھ ساتھ تجھے اونٹوں کا مالک بنایا۔ (مہربانی کرتے ہوئے) مجھے سفر طے کرنے کے لیے اونٹ دے دو۔(جس کے ذریعے میں اپنے گھر پہنچ جاؤں)

کوڑھی: (بخیلی کے عالم میں) کہتا ہے: میری اور ذمہ داریاں بہت ہیں تجھے کیا دوں۔

فرشتہ: (اپنے آپ کو اجنبی جانتے ہوئے) میں گویا کہ تجھے جانتا ہوں' آپ وہ آدمی تو نہیں ہیں جو کوڑھی تھا۔جس سے لوگ تعفن کرتے تھے۔کیا جب تو فقیر نہیں تھا تو اللہ نے تجھے مال دیا؟

کوڑھی: (انکار کرتے ہوئے) یہ کیسے ہو سکتا ہے۔یہ مال تو مجھے وارثت میں ملا ہے۔ یہ تو نسل در نسل چلا آرہا ہے۔(آباء اجداد سے ملا ہے)۔

فرشتہ: اگر تو جھوٹا ہے۔تو پھر اللہ تجھے پہلے کی طرح دوبارہ کر دے۔

(پھر فرشتہ گنجے کے پاس گنجا بن کر آتا ہے)

فرشتہ: میں مسکین آدمی ہوں میں آمدورفت (سفر) کے تمام ذرائع سے ہاتھ دھو بیٹھا ہوں۔آج تو تیرے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی

چارا کار نہیں ہے۔ میں تجھے اس ہستی کا واسطہ دیتا ہوں۔ جس نے تجھے حسین وجمیل بال عنایت فرمائے اور جس نے تجھے ہر طرف کی بہار اور مال ومتاع سے نوازا (مجھ پے ترس کھایئے) مجھے ایک گائے دے دو۔ جس کی مالیت سے میں سفر طے کر لوں۔(یعنی اپنے گھر پہنچ جاؤں)

گنجا: (ڈانٹتا ہوا) میری اور بہت سی ذمہ داریاں ہیں میں تجھے کیا دوں۔

فرشتہ: (تعجب کرتے ہوئے) محسوس تو ایسے ہوتا ہے جیسے پہلے آپ سے کبھی ملا ہوں۔ کیا تو وہی شخص تو نہیں ہے جس کے گنجا پن سے لوگ دور ہٹ جاتے تھے۔ پہلے تو فقیر تھا اب تجھے اللہ نے بے شمار مال عنایت فرمایا۔

گنجا: (تکبر کرتے ہوئے) ایسی بات نہیں ہے یہ مال تو مجھے بڑوں کے ہاتھوں ملا ہے۔(یعنی آباءاجداد سے بطور وراثت ملا ہے)

فرشتہ: اگر تو اپنی اس بات میں جھوٹا ہے۔تو اللہ دوبارہ تجھے تیری پہلی حالت پر لوٹا دے۔

(فرشتہ اندھا آدمی بن کر اندھے کے پاس جاتا ہے)

فرشتہ: ایک میں مسکین ہوں دوسرا مسافر ہر طرح کے امدادی ذریعے ختم ہو گئے ہیں۔ آج تو صرف اور صرف تم میرا سہارا ہو یا اللہ تعالیٰ میرا سہارا ہے۔ میں تجھ سے اس ذات کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں جس نے تجھے آنکھیں دیں اور بکریوں کے ریوڑ سے مالا مال کیا۔

اندھا: (اعتراف کرتے ہوئے اور شکر کرتے ہوئے) واقعی میں پہلے اندھا تھا۔ اللہ نے مجھے اب بینا کر دیا (اے مسافر جا وہ بکریاں

ہیں) ان سے جس جس کو تو چاہتا ہے پکڑ لے اور جس پے دل آئے اس کو چھوڑ دینا۔آج کے دن میں تجھے روکوں ٹوکوں گا نہیں۔ (میں تیرے راستے میں رکاوٹ نہیں بنوں گا) سبھی کچھ جو تو لے گا۔میں نے تجھے اللہ تعالیٰ کے لیے دیا۔

فرشتہ: (اے نیک انسان) اپنا مال اپنے پاس ہی رکھو' تمہیں اللہ نے آزمایا تھا (امتحان لیا تھا) اللہ تعالیٰ صرف تجھ پر خوش ہوئے ہیں۔باقی تیرے ساتھ آزمائے جانے والے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہیں۔(بخاری۴/ ۱۴۶۔مسلم۲۹۶۴)



قصہ سے عبرت وفوائد

۱۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کا امتحان لینا یہ بھی ایک زمین پر اللہ تعالیٰ کا طریقہ کار ہے۔جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بار بار اپنے امتحان کی خبر دی ہے۔

۲۔ (آزمائش ہر طرح کی ہوتی ہے)خواہ وہ جسم میں ہو مال یا اولاد وغیرہ میں ہو۔

۳۔ کبھی کبھی فرشتے انسان کا روپ دھار لیتے ہیں اور انسانی شکل میں وہ گفتگو کرتے ہیں۔فرشتے انسانی شکل میں ہی مریض کو چھوتے ہیں۔جس سے وہ (مریض) اللہ کے حکم سے شفاء یاب ہو جاتا ہے۔

۴۔ آزمائے گئے آدمی کے لیے مرض کے جانے اور خیر وعافیت کے آنے سے بڑھ کر کوئی اور چیز محبوب نہیں ہوتی۔

۵۔ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جو رزق دیتی ہے اور وہی رزق کو روکتی ہے۔اور وہی

ذات اپنی قدرت وحکمت کے بل بوتے پر سخی کو کنگال بنا دیتی ہے۔

۶۔ توحید اور ادب کا تقاضہ یہ ہے کہ شفاء اور غنی کو صرف اور صرف اللہ وحدہ کی طرف منسوب کیا جائے۔ (جیسے کہ اندھے نے کیا)

(میں تو پہلے اندھا تھا اللہ تعالیٰ نے میری بینائی واپس لوٹا دی)

۷۔ جاہل انسان سخاوت کے وقت بخل سے کام لیتا ہے۔ اور عقلمند انسان ہمیشہ سخاوت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ جیسے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان تذکرہ کے لائق ہے۔ ہر دن علی الصبح ہر آدمی کے لیے دو فرشتے اترتے ہیں ان میں ایک (سخی کے لیے) کہتا اے اللہ! خرچ کرنے والے کو دیرپا رہنے والا رزق دے۔ دوسرا فرشتہ (بخیل کے لیے کہتا ہے) اے اللہ! مال پر سانپ بن کر بیٹھنے والے کے مال کو ضائع کر دے۔

۸۔ بعض دولتمند ایسے ہوتے ہیں جو اپنے زمانہ تنگ دستی کو بھول چکے ہوتے ہیں اگر ان کو ان کا تنگی والا زمانہ یاد دلایا جائے۔ تو غصہ کی وجہ سے آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔

۹۔ جو آدمی اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرتا ہے اور فقراء کو کچھ دیتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ مزید اس کو سخاوت میں بڑھا دیتا ہے اور اس کے رزق میں برکت کرتا ہے۔ اور جو آدمی بخل سے کام لیتا ہے گویا کہ وہ نعمت کے چھن جانے پر اپنے آپ کو حاضر کر رہا ہے اور اللہ کی ناراضگی کو لبیک کہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا (بہترین) فرمان ہے:

"اے لوگو! اگر تم شکر کرو گے تو میں مزید تمہیں بڑھاؤں گا اور اگر تم انکار کرو گے (نعمتوں کا) تو پھر میرے عذاب سے بڑھ کر اور عذاب سخت نہیں ہے"۔ (ابراہیم: ۷)

۱۰۔ نعمت کا انکار انتقام کو کھینچتا ہے اور بدبختی کا ذریعہ بنتا ہے۔

۱۱۔ سخاوت نعمت کو کھینچ کر لاتی ہے اور آزمائش و انتقام کو دور لے جاتی ہے۔ جس سے خداوند کریم راضی ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس بخیل تو صرف برائی اور اللہ کی ناراضگی کا گھر ہے۔

۱۲۔ مومن آدمی کا یہ شیوہ ہے وہ جب بھی وعدہ کرتا ہے پورا کرتا ہے بخیل کبھی نہیں ہوتا۔ اور منافق آدمی عہد تو کرتا ہے لیکن عہد و پیمان پر پورا نہیں اترتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے منافق لوگوں کے بارے فرمایا:

''اور ان میں سے کچھ ایسے آدمی بھی ہیں جو اللہ سے عہد کرتے ہیں کہ اگر اللہ ہمیں اپنے فضل سے ہمکنار کرے تو ہم ضرور اس کی تصدیق کرنے پر اتر آئیں گے۔ اور لازماً ہم نیکوکاروں کے زمرہ میں شامل ہو جائیں گے اور جب اللہ کا فضل ان کے پاس آ گیا۔ تو انہوں نے خوب بخیلی سے کام لیا۔ اور اعراض کرتے ہوئے مڑ پھرے''۔ (توبہ:۷۵)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

منافق تین نشانیوں کا حامل ہوتا ہے:

1. جب گفتگو کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔
2. جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ کی خلاف ورزی کرتا ہے۔
3. اور جب اس کے سپرد امانت کی جاتی ہے تو خیانت کرتا ہے۔

(متفق علیہ)



غار کے اندھیرے میں

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ:

((اِنْطَلَقَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ ، حَتّٰى اَوَاهُمُ الْمُبِيْتُ اِلٰى غَارٍ، فَدَخَلُوْهُ، فَانْحَدَرَتْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ ، فَسَدَّتْ عَلَيْهِمُ الْغَارُ، فَقَالُوْا: اَنَّهُ لَا يُنْجِيْكُمْ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ اِلَّا اَنْ تَدْعُوْا اللّٰهَ تَعَالٰى بِصَالِحِ اِعْمَالِكُمْ)).

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ پہلے زمانے کے لوگوں میں سے تین آدمی اکٹھے سفر کر رہے تھے اچانک (آندھی کی وجہ سے) وہ ایک غار میں چھپ گئے۔ ایک بہت بڑا چٹانوں سے ٹوٹتا ہوا پتھر غار کے دہانے کو بند کر دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے غار کا منہ بالکل بند ہو کے رہے گیا اب وہ پریشانی کے عالم میں ایک دوسرے سے کہنے لگے نجات ہماری اس بات میں ہی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے کسی نیک عمل کے ذریعے دعا مانگیں''۔

چنانچہ سبھی نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ ہم ضرور اپنے نیک عمل اللہ کے حضور بیان کریں۔



ایک آدمی کی زبان سے

اے اللہ میرے والدین بہت بوڑھے تھے میں سب سے پہلے اپنے مال واہل چھوڑ کر ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو دودھ پلاتا تھا ایک دن ایسا ہوا کہ مجھے بھیڑ بکریوں کے چارہ نے دیر کر دی میرے آنے سے قبل میرے عزیز والدین سو چکے تھے۔ میں

دودھ دھو کر والدین کے پاس چلا گیا پیالہ میرے ہاتھ میں تھا۔ میں ان کے پاس کھڑا ان کے جاگنے کا منتظر تھا۔ لیکن میں احتراماً ان کو جگانا نہیں چاہتا تھا نہ میں نے اپنے گھر والی کو دودھ دیا اور نہ خود پیا چھوٹے چھوٹے بچے میرے ہاتھ میں دودھ والا پیالہ دیکھ کر بے چینی کے عالم میں بھوک سے بلبلا رہے تھے۔ میرے انتظار کرنے کا یہ عالم تھا کہ بغیر کھانا کھائے رات کا کھڑا تھا۔ حتی کہ صبح کی کرنیں طلوع ہونا شروع ہوگئی۔ معصوم بچے چلا چلا کر میرے قدموں میں گر رہے تھے۔ حتیٰ کہ میرے والدین اپنی نیند سے بیدار ہوگے تو میں نے ان کو دودھ پیش کیا۔ اے اللہ اگر یہ کام میں نے تیری رضا کے حصول کی خاطر کیا تھا تو پھر اس کو قبول کرتے ہوئے اس ہولناک پتھر کو ہمارے لیے رکاوٹ نہ بنائیے۔

بس یہ کہنا تھا کہ غار کے منہ میں اٹکا پتھر تھوڑا سا کھسک پڑا۔



دوسرے کی التجاء

جب پہلا آدمی خاموش ہوا تو دوسرے آدمی نے اپنا عمل صالح بیان کرنا شروع کیا کہنے لگا: اے اللہ میرے چچا کی بیٹی تھی جس سے مجھے بہت محبت تھی میں نے اس کے نفس کا ارادہ کیا۔ لیکن وہ اس کام سے باز رہی وقت گزرتا گیا۔ ایک دن ایسا آ گیا کہ اس کو شدید فاقہ نے آلیا' وہ میرے پاس بھوک کی شکایت کرتے ہوئے آئی تو میں نے اس کو ایک سو بیس دینار دے دیئے اس شرط پر کہ میں تیرے ساتھ اپنی جنسی خواہش پوری کروں گا۔ لہٰذا میرے چچا کی بیٹی مان گئی۔ جب علیحدگی کے عالم میں میں بدکاری کی نیت سے بالکل قریب ہوا تو وہ کہنے لگی:

اِتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ اِلَّا بِحَقِّهٖ.

''اے بندے! اللہ تعالیٰ سے خوف کھاؤ۔ اس مُہر کو بغیر حق کے مت کھولو''۔

(یعنی بغیر شرعی نکاح کے ہمبستری مت کرو)۔ وہ سخت پریشان تھی۔ جب میں نے یہ کیفیت دیکھی تو میں اس کام سے باز آ گیا۔ حالانکہ دنیا میں اس سے زیادہ محبوب مجھے

کوئی نہ تھا۔ اس کے بعد میں نے دیئے ہوئے دینار بھی اس کو معاف کر دیئے۔

اے اللہ اگر میں نے یہ کام تیری رضاء کی خاطر کیا ہے تو پھر اس پتھر کو غار کے منہ سے ہٹا دیجئے۔

پتھر مزید پیچھے سرک گیا لیکن راستہ اتنا بنا کہ وہ باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ البتہ باہر کی روشنی اندر آنے لگی تھی۔



تیسرے نیک آدمی کی فریاد

اے اللہ! میں نے ایک دفعہ مزدوروں سے کام کروایا۔ کام ختم ہونے کے بعد میں نے سبھی آدمیوں کو مزدوری دے دی سوائے ایک مزدور کے وہ مزدور چلا گیا۔ میں نے اس آدمی کی اجرت سے کافی حد تک فائدہ اٹھایا حتیٰ کہ میرے پاس مال شمار کرنے کو نہ آتا تھا یاد آنے کے کافی دیر بعد آدمی دوبارہ میرے پاس آیا۔ اور کہا: اے اللہ کے بندے! میری مزدوری تو ادا کردو؟ میں نے اس کو کہا یہ مال جو اونٹ، گائے، بکریوں اور اور غلاموں کی صورت میں تجھے نظر آ رہا ہے۔ یہ سب تیرا ہے۔ وہ آدمی مجھے کہنے لگا:

يَا عَبْدَاللّٰهِ لَا تَسْتَهْزِئْ بِيْ.

"اے اللہ کے بندے اجرت دینے کی بجائے مجھ سے تو مذاق کرتا ہے؟"۔

میں نے کہا میں تجھ سے مذاق نہیں کرتا سچ کہہ رہا ہوں۔ مزدور سبھی مال اپنے ساتھ ہانک لے گیا۔ میرے لیے کچھ بھی نہ چھوڑا۔ اے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری رضا کو حاصل کرنے کے لیے کیا تھا۔ تو پھر ہمیں اس غار سے نجات دے دیجئے:

فَانْفَرَجَتِ الصَّخْرَةُ فَخَرَجُوْا يَمْشُوْنَ.

اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ پتھر غار کے منہ سے ہٹ کر زمین پر دھڑام گرا اور وہ صحیح سلامت نکل کر اپنے گھر کے راستے کو ہو لیے۔ (بخاری ۴/۷۹ ۳ مسلم ۲۷۴۳)

مذکور قصہ کے مفید نکات

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ یَآ اَیُّها الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِه لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ (المائدة : ۳۰)

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو! اور اس کے لیے وسیلہ تلاش کرو! اور اس کے راستے میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ''۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے ''وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ'' کی تفسیر یہ کی ہے اللہ کی اطاعت کے ذریعے اس کے قریب تر ہو جاؤ۔ اور ایسے نیک عمل کے ذریعے قریب ہو جاؤ جس سے اللہ خوش ہو جائے۔

۱۔ مسرت وخوشی کے عالم میں کیے ہوئے نیک اعمال انسان کو تنگی اور شدت کے وقت فائدہ دیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِحْفَظِ اللّٰهَ یَحْفَظْکَ اِحْفَظِ اللّٰهِ تَجِدْهُ تُجَاهَکَ تَعَرَّفْ اِلَی اللّٰهِ فِیْ الرَّخَاءِ یَعْرِفُکَ فِیْ الشِّدَةِ.

''اے بندے! اللہ تعالیٰ کی حفاظت کر اللہ تیری حفاظت فرمائیں گے! جب تو اللہ کی حفاظت کرے گا! اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اپنے سامنے پائے گا''۔

خوشی کے وقت اللہ کو یاد کر اللہ تعالیٰ تجھے پریشانی کے عالم میں یاد کریں گے۔ (صحیح رواہ احمد والترمذی)

۲۔ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ ہمیشہ ایک اللہ کی طرف لوٹے عاجزی وانکساری سے دعا گو رہے۔ خاص کر جب اس پر مشکلات نازل ہو جائیں اس وقت تو ضرور اللہ کے حضور دعا مانگے۔ فوت شدگان اور غائب حضرات سے دعا مانگنا' شرک اکبر ہے اس سے بچنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (یونس: ۱۰۶)

''اللہ تعالیٰ کے سوا ہر کسی کو مت پکارو! کیونکہ اور کوئی نہ تو تجھے نفع دے سکتا ہے اور نہ کوئی نقصان۔ اگر تو اللہ کے سوا کسی کو پکارے گا۔ تو پھر مشرکوں میں شامل ہو جائے گا''۔

۳۔ مذکورہ راویت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک اعمال کے ذریعے اللہ کی طرف وسیلہ پکڑنا جائز ہے۔ خاص کر شدت کے وقت کسی کی ذات اور عزت کا وسیلہ شرعاً جائز نہیں۔

۴۔ اللہ کی محبت تمام قسم کی ذاتی خواہشات سے مقدم ہے۔

۵۔ جو آدمی اللہ سے ڈرتا ہوا زنا کو ترک کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے ہر مشقت و مصیبت سے نجات دیتا ہے۔

۶۔ وہ آدمی جو اپنے ماتحت لوگوں کا خیال رکھتا ہے۔ سختی کے وقت اللہ اس کی حفاظت کرتا ہے اور اس کو ہر مشقت سے چھٹکارا دلاتا ہے۔

۷۔ نیک عمل کا وسیلہ بڑی بڑی چٹانوں کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے اور مشکلات سے انسان کو نکالتا ہے۔

۸۔ والدین سے حسن سلوک بیوی اور اولاد کی الفت سے مقدم ہے۔

۹۔ مزدور کا حق ادا کرنے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ اگر تاخیر ہو جائے تو اس کی اجرت کی حفاظت کی جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اُعْطُوا الْاَجِيْرَ اَجْرَهٗ قَبْلَ اَنْ يَجِفَّ عَرَقُهٗ. (صحيح رواه ابن ماجه)

''مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی اجرت دو''۔

۱۰۔ مزدور کی طے شدہ اُجرت کو ادا کرتے وقت مزید بڑھایا جا سکتا ہے اور یہ عمل نفس

وجلیل ہے۔

۱۱۔ پہلوں کی شریعت ہمارے لیے اس وقت تک معتبر اور قابل اقتدیٰ ہے جب تک اس کا نسخ ثابت نہ ہو جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے قصہ بطور مدح بیان کیا ہو اور آپ سے ثابت ہو تو اس کی اقتدیٰ کرنا ہمارا فرض ہے۔

اب ان تین غار والے آدمیوں کے عمل کی ہم بھی پیروی و اقتداء کر سکتے ہیں۔

۱۲۔ کام میں خلوص شرط اول ہونی چاہیے جیسے کہ اصحاب غار میں سے ہر ایک نے کہا تھا:

اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِکَ ابْتِغاءِ وَجْهِکَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَانَحْنُ فِيْهِ.

''اے اللہ اگر میں نے یہ کام تیری رضا کے حصول کی خاطر کیا ہے تو پھر اس تنگی کو ہم سے دور کر دے''۔

۱۳۔ اللہ تعالیٰ کے چہرہ کا ثابت ہونا بغیر تشبیہ کے ہے۔ جیسے

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴾ (الشوریٰ : ۱۱)

''اللہ تعالیٰ جیسی کوئی چیز نہیں وہ سننے والا دیکھنے والا ہے''۔



حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی دعوت کا نظارہ

عن جابر رضی اللہ عنہ قال:

انا کنا یوم الخندق نحفر فعرضت کدیة شدیدة، فجاؤوا الی النبی فقالوا هذه کدیة عرضت فی الخندق.

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ خندق کے موقعہ پر ہم خندق کھود رہے تھے' اچانک ایک سخت قسم کی چٹان آ گئی۔ ہم نے آ کر رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ اتنی سخت چٹان ہے جو ہم سے ٹوٹ نہیں رہی''۔

رسول اللہ ﷺ: ''میں اس کو توڑنے کے لیے آتا ہوں۔آپ کے کھڑے ہونے کی حالت یہ تھی کہ پیٹ پر پتھر باندھا ہوا تھا''۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ: ''ہم وہاں تین دن تک بھوکے رہے کوئی چیز چکھنے تک نہ ملی۔ آنحضرت ﷺ نے کدال لی اور ایک ضرب لگائی سخت چٹان تو ایک ابھرنے والے مٹی کے ٹیلے کی طرح ڈھیر ہو گی''۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جب آپ کے پیٹ کی یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے کھانے پینے کے بندوبست کے لیے اجازت دیجئے میں گھر جاتا ہوں''۔

جابر رضی اللہ عنہ اپنی بیوی سے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنی بیوی سے فرماتے ہیں: کہ آج تو میں نے دیکھا ہے کہ نبی مکرم ﷺ بھوک سے نڈھال ہیں صرف آپ کا صبر ہے۔کیا تیرے پاس کوئی کھانے کو چیز ہے۔؟

بیوی: میرے پاس کچھ جو اور ایک بھیڑ کا بچہ ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بچے کو ذبح کر دیا اور جابر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے آٹا گوندنا

شروع کر دیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس کے بعد رسول ﷺ کے پاس آتے ہیں۔

جابر رضی اللہ عنہ آہستہ سے: گھر میں تھوڑے سے کھانے کا بندوبست موجود ہے۔ آپ تشریف لے چلیں اور ساتھ ایک یا دو آدمی اور لے لیں کافی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ: كَمْ هُوَ؟ وہ کھانا کتنی مقدار میں ہے؟۔

جابر رضی اللہ عنہ: ''ایک چھوٹا سا جانور ہے یا تھوڑے سے جو ہیں''۔

رسول اللہ ﷺ: ''ارے جابر! یہ لوگ تو بہت زیادہ ہیں۔ جاؤ اپنی بیوی کو کہو کہ میرے آنے سے قبل نہ ہنڈیا کو چولہے سے اتارے اور نہ تنور پر روٹیاں لگائے''۔

رسول اللہ ﷺ: (قُومُوا) اپنے سبھی صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرماتے ہیں: کہ کھانے کے لیے کھڑے ہو جاؤ چنانچہ مہاجرین اور انصار سبھی جابر رضی اللہ عنہ کے گھر کی جانب چل پڑتے ہیں۔

جابر رضی اللہ عنہ اپنی بیوی سے: پریشانی کے عالم میں اپنی بیوی کو فرماتے ہیں۔ یہ تو نبی ﷺ کے ساتھ انصار اور مہاجر بھی آ گئے ہیں۔

عورت: ''حیرانگی کے عالم میں کہتی ہے کیا رسول اللہ ﷺ نے آپ سے سوال کیا تھا؟''۔

جابر رضی اللہ عنہ: ''ہاں سوال کیا تھا''۔

رسول اللہ ﷺ: ''اپنے صحابہ کو فرماتے ہیں سبھی آرام سے داخل ہو جاؤ ہجوم مت ڈالو''۔

رسول اللہ ﷺ کا معمول یہ تھا آپ روٹی کا لقمہ لیتے اور اس پر گوشت رکھتے اور ساتھ ہی فوراً ہنڈیا کو ڈھانپ دیتے اور تنور کو بھی، جب روٹی لے لیتے تھے۔ پھر اپنے صحابہ کے قریب کرتے جاتے تھے۔ ہر بار آپ ایسا ہی کرتے تھے کبھی سالن

لیتے اور اور کبھی روٹی اپنے صحابہ کے قریب کرتے حتی کہ سبھی سیر ہو گئے لیکن کھانا جوں کا توں پڑا رہا۔

رسول اللہ ﷺ عورت سے: ''اس کھانے کو تم بھی کھاؤ اور لوگوں کو ہدیہ کے طور پر بھی بھیجو۔ کیونکہ وہ بھی بھوکے ہیں''۔

یہ قصہ بخاری ۵/۴۶ اور مسلم میں ہے۔

آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا' نبی مکرم ﷺ کے معجزہ نے اتنا اثر دکھایا کہ کھانا اب بھی جوں کا توں پڑا رہا۔



قصہ کے فوائد

❶ رسول اللہ ﷺ قائد ہوتے ہوئے بھی صحابہ کے ساتھ خندق کھودنے میں مشغول تھے جس کی وجہ سے آپ پہچانے نہ جاتے تھے کہ ان لوگوں میں نبی کون ہے۔

❷ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے قائد سے سخت چٹان کی شکایت کی اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ نبی طاقتور ہوتا ہے۔ لہٰذا آنحضرت ﷺ قائد ہونے کے باوجود اور سخت بھوک سے نڈھال ہونے کے باوجود کھڑے ہوتے ہیں۔ اور پتھر کو ریزہ ریزہ کر دیتے ہیں۔

❸ اس واقعہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی آنحضرت ﷺ سے سخت محبت کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کی بھوک دور کرنے میں صحابہ کی قربانی اور جدوجہد کا پتہ چلتا ہے۔

❹ صحابہ رضی اللہ عنہم نظام کی سخت نگرانی اور پابندی کرنے والے تھے۔ اور اپنے قائد کے بغیر ایک قدم بھی نہ اٹھاتے تھے۔

❺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بیویاں ایثار' سخاوت اور رسول اللہ ﷺ سے خالص محبت کی وجہ سے عمدہ اوصاف میں یگانہ تھیں۔

❻ مخلص قائد اپنے پیٹ کا کبھی نہیں سوچتا۔ بلکہ خود پر اپنے ساتھیوں کو ترجیح دیتا ہے۔

❼ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کو نظام درست کرنے کا حکم فرماتے ہیں:

اُدْخُلُوْا وَلَاتَضَاغِطُوْا.

''بھیڑ مت کرنا آرام سے داخل ہونا''۔

❽ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عظیم معجزہ عنایت فرمایا جو کہ کثرت طعام کی شکل میں ظاہر ہوا تھوڑے سے کھانے سے سبھی اچھی طرح سیر ہو گئے۔

آنحضرت ﷺ نے ہنڈیا اور تنور ڈھانپنے کا حکم دیا تا کہ برکت مزید پڑے یہ بات آپ کی دانائی پر دلالت کرتی ہے۔ یہ مخلوق کو دکھانے کے لیے نہ تھا' یہ تو عقیدہ کو سلامت رکھنے کے لئے تھا۔

❾ عظیم قائد لشکر میں باپ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جو اپنے ہاتھ سے کھانا ڈال کر اپنے بیٹوں کے آگے رکھتا ہے۔

❿ صرف آپ اپنے لشکر کا خیال نہ رکھتے تھے۔ بلکہ دوسری امت کا بھی خیال رکھتے تھے۔جیسے حضرت جابر کی بیوی کو کہا:

كُلِيْ هٰذَا وَاهْدِيْ.

''خود بھی کھایئے اور بھوکے لوگوں کو ہدیہ بھی بھیجئے''۔



رسول مکرم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی بھوک

رسول اللہ ﷺ ایسی گھڑی میں باہر نکلتے ہیں جس میں کوئی اور نہ نکلا' اور نہ آپ سے کسی ایک نے ملاقات کی۔ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لاتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ: اے ابوبکرؓ! تجھے کیا چیز لے کر آئی ہے؟

ابوبکر رضی اللہ عنہ: میں اس لیے نکلا ہوں تاکہ رسول مکرم ﷺ سے ملوں اور چہرہ اطہر کا نظارہ کروں اور سلام عرض کروں۔ (تھوڑی دیر کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لاتے ہیں)

رسول اللہ ﷺ: اے عمرؓ! تجھے کون سی چیز یہاں لائی ہے؟

عمر رضی اللہ عنہ: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے بھوک لے کر آئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ: (بھوک کی شکایت) میں نے کچھ اور لوگوں میں بھی پائی ہے۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ اور باقی صحابہ رضی اللہ عنہم ابوہیثم بن التیہان رضی اللہ عنہ کے گھر کا راستہ لیتے ہیں۔ اور ابوہیثم رضی اللہ عنہ بے شمار کھجوروں اور بکریوں کا مالک تھا۔ جب انصاری وہاں پہنچے تو گھر میں ابوہیثم رضی اللہ عنہ بھی نہ تھے اور نہ ان کا کوئی خادم تھا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت: (ابوہیثم رضی اللہ عنہ کی بیوی سے) آپ کا رفیق حیات کہاں ہے؟

عورت: وہ تو ہمارے لیے میٹھے پانی کی تلاش میں نکلا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر ٹھہرے ہی تھے کہ ابوہیثم رضی اللہ عنہ میٹھے پانی کا مشکیزہ کندھے پر اٹھائے آ پہنچے۔ آتے ہی نبی کریم ﷺ کے ساتھ لپٹ جاتے ہیں۔ آپ پر اپنے والدین کو فدا کرتے ہوئے ان کو لے کر اپنے

باغ میں چلے جاتے ہیں۔ وہاں ان کے لیے کپڑا بچھا دیا اور خود کھجور کے درخت کی طرف ہو لیے۔ وہاں سے کھجوروں کا ایک تر وتازہ خوشہ لا کر صحابہ رضی اللہ عنہم کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم: کیا آپ نے ہمارے لیے میٹھی تر وتازہ کھجوریں نہیں چنیں؟

ابو ہیثم رضی اللہ عنہ: اے اللہ کے رسولؐ! میں نے کہا کہ آپؐ خود اپنی پسند کی میٹھی اور کڑوی کھجوروں کا انتخاب کر لیں۔

(رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کھجوریں کھانا شروع کر دیتے ہیں اور ساتھ ساتھ پانی بھی پیتے ہیں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اللہ کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے تم قیامت کے روز سوال کیے جاؤ گے۔ وہ نعمتیں ٹھنڈے سائے' تر وتازہ عمدہ کھجوریں اور ٹھنڈا پانی ہیں۔

(ابو ہیثم رضی اللہ عنہ گھر جاتے ہیں تا کہ جماعت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا تیار کریں)

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم: ہمارے لیے دودھ والا جانور مت ذبح کرنا؟۔

(ان کے لیے بھیڑ کا بچہ ذبح کر لینا یا اور جانور۔ لہٰذا ابو ہیثم رضی اللہ عنہ کھانا تیار کروا کر لاتے ہیں۔ پھر سبھی مل کر کھانا کھانا شروع کر دیتے ہیں)

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم: اے ابو ہیثمؓ! کیا تیرا کوئی خادم بھی ہے؟

ابو ہیثم رضی اللہ عنہ: نہیں!

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم: (چلو کوئی بات نہیں) جب ہمارے پاس قیدی آئیں تو ہمارے پاس آنا۔

(ابو ہیثم رضی اللہ عنہ تھوڑی مدت بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف دو خادم آتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ: اے ابو ہیثمؓ! ان دونوں سے جو تو پسند کرتا ہے چن لے۔

ابو ہیثم رضی اللہ عنہ: اے اللہ کے رسولؐ! میرے لیے انتخاب آپ فرمائیں۔

رسول اللہ ﷺ: مشورہ جس سے لیا جاتا ہے اس کو امانت دار تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس لیے اس خادم کو لے لو میں نے اس کو خود نمازیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور ہمیشہ اس کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آنا۔

ابو ہیثم رضی اللہ عنہ گھر تشریف لاتے ہیں اور اپنی بیوی کو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے بارے بتاتے ہیں۔

عورت: رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا مطلب یہ ہی ہے کہ اس خادم کو تو آزاد کر دے۔

ابو ہیثم رضی اللہ عنہ: اچھا تو پھر وہ آزاد ہے۔

نبی مکرم ﷺ: (جب آپ کو یہ اطلاع ملی) فرمایا: اللہ تعالیٰ جب بھی کوئی نبی یا خلیفہ دنیا میں مبعوث فرماتے ہیں تو ساتھ ہی دو راز دان مقرر کرتے ہیں۔ ایک تو اس کو برائی سے روکنے اور نیکی کرنے کا حکم دیتا ہے اور دوسرا بربادی و فساد کرانے میں اپنی قصر نہیں چھوڑتا۔ اور جو اس برے راز دان سے بچ نکلا گویا کہ وہ حفاظت میں لے لیا گیا۔

(اصل قصہ شمائل الترمذی صحیح میں ہے)

— ❋ —

فوائد قصہ

۱۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمیشہ بھوک کو گلے لگا لیتے تھے۔ اور عمدہ طریقہ سے بھوک کا سدباب کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

۲۔ بغیر دعوت دیئے کھانا کھانے کے لیے اپنے دوست کے گھر جانا آدمی کے لیے

جائز ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب دوست کی بہتر حالت ہو اور اس کی فراخ دلی کا علم ہو۔ جیسے جلیل القدر صحابی ابو ہیثم رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ ﷺ کو اپنے باغ میں داخل ہوتے دیکھتے ہیں تو دیکھ کر مسرت و سرور کی انتہا نظر نہیں آتی۔

۳۔ اس قصہ میں کثرتِ نعمت کے موجود ہونے پر انسان کو متنبہ کیا گیا اور اپنے خالق نعمت کا شکر ادا کرنے پر ابھارا گیا ہے۔ اور نعمت والے کی نعمت کی ناشکری نہیں کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ﴾ (ابراھیم : ۷)

''اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں مزید دوں گا''۔

۴۔ مہمان جب گھر والے کی زیادہ خاطر خدمت کو دیکھے تو پھر اس کو گھر والے کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ کہ کہیں وہ غلطی میں واقع نہ ہو جائے۔ جیسے رسول مکرم ﷺ نے نرمی سے فرمایا:

لَا تَذْبَحَنَّ لَنَا ذَاتَ دَرٍّ.

''اے ابو ہیثم رضی اللہ عنہ! کہیں دودھ والا جانور ذبح نہ کر دینا''۔

۵۔ جو بھلائی کرے اس کو بھلائی کا بدلہ دینا چاہیے۔ جیسے کہ رسول مکرم ﷺ نے ابو ہیثم رضی اللہ عنہ کو اس کی خدمت کرنے پر بدلہ دیا اور ان کے ساتھ ایک خادم کا وعدہ کیا۔

۶۔ ابو ہیثم رضی اللہ عنہ اتنے طاقت و وسعت والے تھے کہ ان کو خادم کی کوئی حاجت نہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس دو خادم آتے ہیں۔ ابو ہیثم رضی اللہ عنہ کی آپ سے ملاقات ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ جلدی سے فرماتے ہیں: اے ابو ہیثم رضی اللہ عنہ! ان دونوں میں سے جو تجھے پسند ہے لے لو۔

وَإِذَا طَلَبْتَ إِلَى كَرِيمٍ حَاجَةً
فَلِقَاؤُهُ يَكْفِيكَ وَالتَّسْلِيمُ

''معزز آدمی سے سلام و دعا ہی کافی ہوتی ہے شریف آدمی کی ملاقات ہی حاجت پوری کر دیتی ہے''۔

۷۔ عقلمند انسان ہمیشہ دور اندیش آدمی سے مشورہ لیتا ہے۔

۸۔ نماز تقویٰ کی علامت ہے۔ (آپؐ نے فرمایا) اس غلام کو لے لو میں نے اس کو نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

۹۔ خادم کے بارے آپ کی وصیت قابلِ احترام ہے۔ خاص کر نمازی غلاموں کے لیے آپؐ کا فرمان ہے:

''اس غلام کے ساتھ ہمیشہ بھلائی کرنا''۔

۱۰۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غلاموں کو آزاد کرنا بہت پسند فرماتے تھے۔ اور اچھی بات میں اپنی بیوی کی موافقت کرتے تھے۔ کہ غلام کو آزاد کرنا چاہیے۔ (جیسے ابوہیثم نے کیا)

۱۱۔ مسلم عاقل پر یہ بات لازم ہے کہ وہ ایسے احباب کا انتخاب کرے' جو اہل اصلاح ہوں۔ تاکہ وہ اس کو بھلائی کرنے کی یاد دلاتے رہیں۔ اور نیکی کرنے پر ابھارتے رہیں۔ اور مسلم عقلمند انسان پر یہ بات بھی لازم ہے کہ وہ برے دوستوں سے دور رہے تاکہ وہ اس کو برائی کی طرف نہ لے جائیں۔ اور چکنی چپڑی باتوں میں پھنسا کر برائی کا سبق نہ سکھا دیں۔ اسی طرح ہی نیک اور بری بیوی کی مثال ہے اگر نیک بیوی ہے تو خاوند پر اچھا اثر ہوگا۔ اگر بری ہے تو پھر خاوند کو بھی لے ڈوبے گی۔

۱۲۔ مسافر سے ہٹ کر مقیم سے بھی معانقہ کیا جا سکتا ہے۔



سونے کا مٹکا

عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ:

اِشْتَرٰى رَجُلٌ مِنْ رَجُلٍ عَقَارًا لَّهٗ فَوَجَدَ الرَّجُلُ الَّذِىْ اِشْتَرَى الْعِقَارَ فِىْ عِقَارِهٖ جَرَّةً فِيْهَا ذَهَبٌ ..... الخ .

رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک آدمی تھا اس نے دوسرے آدمی سے زمین خریدی۔ اب جس آدمی نے زمین خریدی تھی اس نے اپنی خریدی ہوئی زمین میں ایک مٹکا دیکھا جس میں سونا تھا۔

خریدنے والا زمین بیچنے والے کے پاس آ کر کہتا ہے:

خُذْ ذَهَبَكَ مِنِّىْ.

"براہ کرم یہ مجھ سے اپنا سونا لے لیں۔ میں نے تو صرف آپ سے زمین خریدی ہے نہ کہ سونا خریدا ہے"۔

فروخت کرنے والا انکار کرتے ہوئے: "اے خدا کے بندے! میں نے تجھے زمین بھی بیچی تھی اور جو کچھ زمین میں ہے وہ بھی بیچ دیا تھا"۔

کافی دیر آپس میں یہ بحث کرتے رہے۔ آخر کار وہ اس بات کا فیصلہ کرانے کے لیے کسی فیصل کے پاس چلے گئے منصف (انصاف کرنے والا) دونوں سے باتیں سنتا ہے آخر میں کہتا ہے۔

حاکم: اَلَكُمَا وَلَدٌ؟ کیا تم دونوں کی اولاد ہے۔

دونوں میں سے ایک: "جی ہاں میرا ایک بچہ ہے"۔

دوسرا بولا: "جناب میرے پاس ایک بچی ہے"۔

قاضی: ''اچھا تم دونوں کے پاس لڑکی لڑکا ہے پھر تم ایسا کرو کہ اس لڑکے کا نکاح لڑکی سے کر دو اور جتنا خرچ آئے وہ اس سونے کی پونجی سے لگا لو اور باقی بچنے والا سونا لڑکے اور لڑکی کے درمیان حق مہر مقرر کر دو''۔

زمین خریدنے والے آدمی اور بیچنے والے آدمی دونوں کو قاضی کا فیصلہ دل کو لگا۔ لہٰذا انہوں نے ایسا ہی کیا اور دونوں خوشی خوشی رہنے لگے۔

(بخاری ۶ / ۳۷۰ حدیث نمبر ۳۱۷ مسلم شریف) (۱۷۲۱)

— ❋ —

قصہ کے فوائد

❶ امانت کو واپس کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ اعلان فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا ﴾ (النساء: ۵۹)

''بے شک اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتے ہیں کہ رکھی ہوئی سبھی امانتیں امانت والوں کو واپس کر دو''۔

❷ خزانہ پہ قناعت کرنے والے پر خیر و برکت کی بارش ہوتی ہے۔

❸ تمام تنازعات کا فیصلہ کسی شرعی احکام جاننے والے عالم سے کروانا چاہیے۔ جو کہ کتاب و سنت کو خوب جانتا ہے۔

بچ جائے کہ شہر کے کسی چودھری یا حاکم سے کروایا جائے۔ جو کہ مال اور وقت ضائع کرنے میں ایک مقام رکھتا ہے۔

اور ویسے بھی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ﴾ (النساء: ۵۹)

''اے مومنو! اگر تم کسی بھی چیز میں جھگڑ پڑو۔ تو پھر جھگڑے کو ختم کرنے کے

لیے اپنا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول کے حوالے کر دو"۔

❹ اللہ تعالیٰ جتنا بھی دے دے اتنے پر خوش ہونا چاہیے۔ کیونکہ جو آدمی اللہ کے دیے پر راضی ہو جاتا ہے اس سے بڑھ کر لوگوں میں کوئی غنی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَارْضِی بِمَا قِسْمَةَ اللّٰہُ لَکَ لکیٰ اغنی النّاس۔ (صحیح رواہ احمد)

"اے بندے! اتنے پر راضی ہو جا! جتنا تجھے خدا نے دیا ہے۔ تو کبھی لوگوں سے غنی اور لاپروا ہو جائے گا"۔

دوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَ لَیْس الْغِنِیَّ عَنْ کَثْرَةِ الْعَرْضِ اِنَّما الْغَنِیُّ غنی النَّفْس۔ (متفق علیہ)

"زیادہ عزت وجاہ سے آدمی غنی نہیں ہوتا۔ اصل میں غنی تو وہ ہے' سخی تو وہ ہے جو دل کا غنی ہے"۔

❺ ہر ایک کا رزق تقسیم شدہ ہے۔ اتنے وقت اور مدت زندگی کے ساتھ ساتھ انسان ضرور اپنا لکھا ہوا رزق کھائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَوْ اَنَّ آدَمَ هَرَبَ مِنْ رِزْقِهِ كَمَا يَهْرُبُ مِن الْمُوْتِ لَادركَهُ رِزْقُهٗ كما يُدْرِكُهُ الْمُوْتُ. (صحیح ابن حبان)

"اگر آدم کا بیٹا اپنے رزق سے دوڑ جائے جس طرح وہ موت سے دوڑتا ہے تو پھر بھی رزق اس بندہ کو اس طرح ملے گا۔ جس طرح اس کو موت مل جاتی ہے"۔

❻ ہر مسلمان پر یہ بات لازم ہے کہ وہ حلال رزق پر اکتفاء کرے۔ اور حرام کو چھوڑ دے اور ایسا طمع بھی نہیں کرنا چاہیے جو اس کی پہنچ سے دور ہو۔ شرعی اسباب اپنانے چاہئیں جو رزق حلال کو واضح کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ خُذُوْا الْحَلَالَ وَاتْرُكُوا الْحَرَامَ.

(صححهٗ الالبانی فی صحیح الجامع)

''اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور رزق طلب کرتے وقت اچھے اسباب اپناؤ۔ وہ یہ ہیں کہ حلال کو لے لو اور حرام کو چھوڑ دو''۔

7. انصاف کرنے والا قاضی ہمیشہ جھگڑنے والے لوگوں کو راضی کرتا ہے۔
8. ایسا طمع نہیں کرنا چاہیے جو دور کی کوشش سے بھی حاصل نہ ہو۔



لکڑی میں عجیب امانت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم:

اِنَّهٗ ذَكَرَ رَجُلًا مِّنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَنْ یَّسْتَلِفَهٗ اَلْفَ دِیْنَارٍ.....الخ

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ بنی اسرائیل کے آدمی کا ذکر کیا کہ اس آدمی کو قرضہ کی ضرورت پڑ گئی۔ اس نے چاہا کہ ایک ہزار دینار بطور قرض لے لوں۔ وہ ایک آدمی کے پاس جاتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے ایک ہزار دینار بطور قرض مطلوب ہیں۔ مہربانی کر کے مجھے دے دیجئے۔

قرض دینے والا: ''ہاں ٹھیک ہے میں تجھے قرض تو دے دیتا ہوں۔ لیکن اپنا کوئی گواہ لاؤ جو تیرے قرض لینے پر گواہی دے''۔

قرض لینے والا: ''كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا''. ''میرا یہاں اور تو کوئی گواہ نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے، وہ ہی گواہ کافی ہے''۔

قرض دینے والا: ''چلو گواہ نہیں تو کوئی ضمانتی لے آؤ جو اس بات کی ضمانت دیتا ہو کہ واقعی آپ نے مجھ سے قرض لیا ہے''۔

قرض لینے والا: ''میرا ضمانتی بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے جو کہ سبھی سے کافی ہے''۔

قرض دینے والا: ''صَدَقْتَ.'' آپ سچ کہہ رہے ہیں۔

اتنا کہنے کے بعد وہ آدمی اس قرضہ لینے والے کو ایک ہزار دینار وقت مقرر کر کے دے دیتا ہے۔ چنانچہ وہ ایک ہزار دینار لے کر سمندر کے راستے سے اپنے گھر چلا جاتا ہے۔ (قرضہ لینے والے اور دینے والے کے درمیان ایک وسیع وعریض سمندر تھا) جب قرض لینے والے نے اپنی ضرورت پوری کر لی۔ اور دوسری طرف سے قرضہ ادا کرنے کی مدت بھی اختتام کو پہنچ چکی تھی۔ مقرض (قرضہ ادا کرنے والا) دینار اٹھاتا

ہے اور ادا کرنے کے لیے قرض دینے والے کی طرف چل پڑتا ہے۔ جب سمندر کے کنارے پہنچتا ہے تو وہاں کوئی سواری نہیں پاتا' جو اس کو سمندر کی دوسری طرف لے جائے۔ کافی دیر انتظار کے بعد اس نے ایک لکڑی لی اور اس میں سوراخ کر کے ایک ہزار دینار محفوظ کر دیا اور ایک خط بھی لکھ کر ساتھ ڈال دیا۔ اور لکڑی کے سوراخ کو اچھی طرح بند کر دیا پھر سمندر کے پاس آ کر پانی میں چھوڑ دیتا ہے۔

قرض لینے والا: افسوس کے عالم میں قرض لینے والا کہتا ہے: اے اللہ! آپ خوب جانتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی سے اُدھار قرض لیا تھا۔ جو کہ ایک ہزار دینار کی لاگت تھا۔ اس نے مجھ سے گواہ مانگا تو میں نے تجھے اپنا گواہ بنایا۔ قرض دینے والا اس پر خوش ہو گیا۔ بعد میں اس نے مجھ سے یہ قرض لینے پر ضمانت مانگی' اے اللہ! میں نے ضمانتی بھی تجھے ہی بنایا تھا۔ وہ آدمی پھر بھی خوش رہا۔ اے اللہ! وقت مقررہ پر پہنچنے کے لیے میں نے از حد کوشش کی ہے لیکن مجھے کوئی ناؤ سمندر کراس کرنے کے لیے نہیں ملی۔ اے اللہ! اب میں یہ امانت تیرے سپرد کرتا ہوں۔ یہ کہتے ہوئے آدمی لکڑی کو سمندر میں پھینک دیتا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے لکڑی تیرتے ہوئے دور تک چلی گئی، آدمی اپنے گھر واپس چلا جاتا ہے۔

لیکن وہ شخص جس نے قرض دیا تھا۔ وہ بھی سمندر کی دوسری طرف آ کر ہر آنے والی کشتی کا انتظار کرتا ہے۔ انتظار کرتے کرتے کافی دیر ہو گئی' ہر بار یہ کہتا شاید ابھی آنے والا آ جائے لیکن کہاں؟

آنکھیں سمندر کی وسعت کو دیکھتے دیکھتے تھک ہار جاتی ہیں۔ آخر یہی آنکھیں ایک تیرتی ہوئی لکڑی پر پڑتی ہیں جو کہ ہچکولے کھاتی سمندر کی موجوں میں پیچ

و بل کھاتی ہوئی آہستہ آہستہ حیران کن انداز میں آدمی کی طرف بڑھتی ہے۔

آدمی نے سوچا وقت مقررہ پر پہنچے والا تو ابھی نہیں آیا۔ چلو یہ لکڑی پکڑ لیتا ہوں گھر میں بطور ایندھن کام آئے گی۔ آدمی اس لکڑی کو پکڑتا ہے اور گھر لے جا کر ایندھن جلانے کے لیے پھاڑتا ہے۔ جونہی لکڑی دو حصے ہوتی ہے تو اندر سے مال اور خط نکلتا ہے۔ جلدی سے پکڑا تو دیکھا کہ دیئے ہوئے ہزار دینار سے یہ ایک ہزار دینار کئی گناہ خوبصورت تھے۔ اس کی خوشی کی انتہاء کہاں۔

قرض لینے والا: اللہ کی قسم! میں کافی دیر تک کشتی کے آنے کا انتظار کرتا رہا تا کہ وقت پر تجھے تیرا حق واپس کروں۔ لیکن میں نے کسی سواری کو نہ پایا آخر کار یہ طریقہ استعمال کیا۔ یہ خط میں لکھی عبارت تھی۔

قرض دینے والا: کافی دنوں بعد ملاقات ہوتی ہے۔ قرض دینے والا قرض لینے والے سے کہتا ہے۔ کیا تو نے میری طرف کوئی چیز بھیجی ہے؟

قرض ادا کرنے والا: میں تو تجھے یہ ہی بتا سکتا ہوں کہ میرے پاس کوئی ایسی سواری نہ تھی جس کے ذریعے آپ تک پہنچ پاتا۔

قرض دینے والا: کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف سے میری امانت واپس کر دی ہے جو کہ تو نے ایک لکڑی میں محفوظ کر کے بھیجی تھی۔

آدمی بڑی خوشی سے ہزار دینار لیتا ہے اور اپنے گھر کو چل پڑتا ہے۔

(بخاری ج ۳/۵۶)



قصہ کے فوائد

❶ قرض حسنہ شرعاً اچھا ہے اور جو قرض ادا کرتا ہے یا دیتا ہے اس کے لیے اجر عظیم ہے۔

❷ قرض کو لیتے دیتے وقت لکھ لینا ضروری ہے اور شرعاً درست ہے۔اس کے ساتھ یاد دھانی کے طور پر گواہوں کو شامل کرنا بھی صحیح ہے۔

❸ قرض دینے والا کوئی چیز گروی رکھ سکتا ہے۔ یا کوئی ضمانت لے سکتا ہے تا کہ اس کا حق ضائع نہ ہو جائے۔

❹ قرض دینے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی گواہی اور ضمانت پر خوش ہو جائے۔اس وقت جب قرض لینے والے کے پاس کوئی گواہ یا ضمانتی نہ ہو۔

❺ مسلمان کو پہلے اسباب اپنانے چاہئیں پھر اللہ پر کامل یقین کرنا چاہیے۔تا کہ حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان پر عمل ہو جائے:

((اِعْقِلْهَا وَ تَوَكَّلْ)) (روایت ترمذی، حسن)

''پہلے اونٹ کا گھٹنا باندھ پھر اللہ پر توکل کر''۔

جیسے کہ قرض لینے والے نے کیا کہ ایک لکڑی میں سوراخ کر کے ہزار دینار اس میں بند کر کے بعد میں اللہ تعالیٰ سے کامیاب طریقہ سے ادائیگی ہونے کی دعا کی۔

❻ جو شخص اللہ کو گواہ بنانے پر راضی ہو جاتا ہے یا ضمانتی بنانے پر راضی ہو جاتا ہے۔تو اللہ تعالیٰ اس کے حق کو کبھی ضائع نہیں کرتے۔ جیسے قرض دینے والا اللہ کی گواہی ضمانت پر خوش ہو گیا تھا۔تو مال صحیح سلامت اس کے پاس واپس آ گیا تھا۔

❼ مسلمان عاقل پر لازم ہے کہ وہ صرف غیبی اسباب پر ہی اکتفاء نہ کرے بلکہ حسی اسباب بھی اپنائے جیسے قرض لینے والے نے لکڑی میں ایک ہزار دینار ہی نہیں بھیجے بلکہ اس کے دیناروں سے خوبصورت اور نئے دینار بھیجے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو خبر دے دی کہ آپ کے بھیجے دینار لکڑی کے ذریعے قرض دینے والے کو پہنچ گئے ہیں۔

❽ قرض ادا کرنے والے کو ہر طرح کی کوشش کرنی چاہیے تا کہ وقت مقررہ میں قرض ادا کر دیا جائے۔

❾ آدمی جب قرض ادا کرنے کی اچھی نیت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قرض ادا کرنے کی

طاقت دے دیتا ہے۔

⑩ حقوق کا ادا کرنا' قرض واپس کرنا' واجب ہے اس میں ذرہ بھی تاخیر سے کام نہیں لینا چاہیے۔ اگر بندہ دنیا میں کسی کا قرض ادا نہ کرے گا۔ تو قیامت کے روز اس کی نیکیوں سے ضرور نیکیاں لی جائیں گی۔

بعض دفعہ یہ بات آدمی کو جہنم کی گہرائی میں ڈال دیتی ہے۔



گرجتے بادل میں آواز

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ:

بَيْنَا رَجُلٌ بِفَلَاةٍ مِنَ الْأَرْضِ، فَسَمِعَ صَوْتًا فِیْ سَحَابَةٍ: (اسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ) تَنَحّٰی ذٰلِکَ السَّحَابُ فَأَفْرَغَ مَاءَهُ فِیْ حَرَّةٍ (اَرْض ذَاتُ حِجَارَةٍ سَوْدَاءِ) فَإِذَا شَرْجَةٌ (سَاقِيَةٌ) مِنْ تِلْکَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذٰلِکَ الْمَاءَ كُلَّهُ فَتَتَبَّعَ الْمَاءَ، فَإِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِیْ حَدِيْقَتِهِ يُحَوِّلُ الْمَاءَ بِمِسْحَاتِهِ (مَجْرَفَتِه).

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ ایک چٹیل میدان میں آدمی کھڑا تھا اچانک اس نے بادل سے ایک آواز سنی وہ یہ تھی: فلاں آدمی کے باغ کو پانی پلاؤ۔ بادل مائل ہوتا ہے اور اپنا سارا پانی پتھریلی زمین پر انڈیل دیتا ہے۔ پس پانی بلندی سے ڈھلوان کی طرف تیزی سے چلنا شروع ہو جاتا ہے' یہ پہاڑی زمین کے جسے بادل کا سارا پانی اپنے میں سما لیتے ہیں۔ پانی بہنا شروع ہو جاتا ہے ایک آدمی جو اپنے باغ میں کھڑا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ پانی کو تیز رو سیلاب کی مانند اس آدمی کی طرف کر دیتے ہیں۔

باغ والے سے سوال: ایک آدمی باغ والے سے پوچھتا ہے تیرا نام کیا ہے؟۔

باغ والا: میرا نام وہ ہے جو بادل میں پکارا گیا۔ باغ والا: پوچھتا ہے آپ نے میرے نام کا سوال کس وجہ سے پوچھا؟۔

آدمی: میں نے اس لیے پوچھا کہ میں نے اس بادل سے صدا سنی جس کا یہ پانی آ رہا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا تیرا نام لیا جا رہا تھا

کہ فلاں آدمی کے باغ کو پانی سے بھر دو۔ آدمی سوال کرتا ہے کہ اے باغ والے تو اس باغ کی حدود میں رہ کر کیا کرتا ہے؟

صاحبِ چمنستان: یہ جو تو نے کہا ہے یہ واقعی اس طرح ہے میں نے بھی بادل سے پانی نکلتا دیکھا۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ میں اس باغ کا ثلث (تیسرا حصہ) صدقہ کرتا ہوں میں اور میرے گھر والے ایک حصہ کھاتے ہیں ایک حصہ باغ پر خرچ ہو جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے: ثلث جو ہے وہ میں تین طرح کے لوگوں میں تقسیم کرتا ہوں مسکینوں پر، سوالیوں پر اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرنے والوں پر۔

(صحیح مسلم ۲۹۸۴)



قصہ کے فوائد

❶ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اپنے سخی بندوں کے لیے فرشتے اور بارش مسخر کی ہوئی ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے جو اپنے مالوں سے فقراء کا حق نکالتے ہیں۔

❷ فقیروں پر صدقہ کرنا یہ رزق کو بڑھانے کا ذریعہ ہے۔

اللہ کریم فرماتے ہیں:

﴿ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ﴾ (سورة ابراهيم)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور تم کو زیادہ رزق دوں گا''۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کو یاد کرو وہ بھی تمہیں یاد کرے گا۔ اگر خوشی میں یاد کرو گے تو وہ تمہیں تنگی میں ضرور یاد کرے گا''۔

3. عقلمند مومن ہمیشہ فقیروں کے حق کا خیال رکھتا ہے۔ اور اپنے اہل و عیال کے حقوق کو بھی مدنظر رکھتا ہے اس کے ساتھ ساتھ باغ کے حق کا بھی خیال رکھتا ہے۔



حضرت ابراہیم جد الانبیاء علیہ السلام

اور

خیر الابناء علیہ السلام

1. حضرت ابراہیم علیہ السلام اسماعیل علیہ السلام کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں
2. ام اسماعیل علیہا السلام اپنے بیٹے کے غم میں
3. ام اسماعیل علیہا السلام پانی کی تلاش میں
4. چشمۂ زمزم
5. حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی پہلی بیوی
6. حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی دوسری بیوی
7. حضرت خلیل علیہ السلام کی حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملاقات
8. کعبۃ اللہ کی تعمیر
9. قصہ کے عبرت اور فوائد

حضرت ابراہیمؑ اسماعیلؑ کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں

حضرت سارہ علیہا السلام اور پاک باز حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے مابین تھوڑا سا جھگڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ہاجرہ علیہا السلام کو ارض حجاز میں چھوڑ آئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے پاس آئے۔ جو کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلا رہی تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہاجرہ کو ساتھ لیا اور حجاز کی سرزمین میں دونوں کو چھوڑ دیا خود واپس آ گئے۔ ام اسماعیل علیہا السلام نے اسماعیل علیہ السلام کو بیت اللہ کے پاس پانی پیر زمزم کے اوپر لگے درخت کے نیچے بٹھا دیا جو کہ مسجد کی اوپر والی طرف تھا۔ اس دور میں مکہ میں کوئی آباد نہ تھا اور نہ ہی اس ویران جنگل میں پانی تھا بس وہ پانی کا بھرا مشکیزہ تھا یا کھجوروں والی تھیلی تھی جو آتے ہوئے ساتھ لائے تھے۔ ہر طرف خاموشی کا عالم تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب واپس مڑنے لگے تو۔



ام اسماعیل علیہا السلام اپنے بیٹے کے غم میں

ہاجرہ علیہا السلام: حضرت ہاجرہ علیہا السلام دوڑ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے آ کر کہتی ہیں: (أَيْنَ تَذْهَبُ) آپ ہمیں اکیلا چھوڑ کر کہاں کا رخ کر رہے ہیں؟ نہ یہاں کوئی ایسی وادی ہے جس میں انسان بسیرا کرتے ہیں۔ یہ سوال حضرت ہاجرہ علیہا السلام بار بار کرتیں۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام مڑ کر نہ دیکھتے۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام: آخر مایوسی کے عالم میں پوچھا (آللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا؟) کیا اس

بات کا تجھے اللہ نے حکم دیا ہے؟ (یعنی یہاں چھوڑنے کا)۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام: ہاں! مجھے اللہ نے حکم دیا ہے۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام: اگر یہ بات ہے تو پھر اللہ تعالیٰ ہمیں کبھی بھی ضائع نہ کریں گے۔

ہاجرہ علیہا السلام واپس بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے پاس آ جاتی ہیں۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام چل پڑتے ہیں۔ جب مقام ثنیہ (جو مکہ کے پاس ہے) کے پاس پہنچتے ہیں تو وہاں اپنا چہرہ اطہر کعبہ کی طرف کر کے دعا کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا کرتے ہوئے:

﴿ رَبَّنَا اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴾ (سورة ابراهيم : ٣٧)

''اے اللہ! میں اپنے بیٹے کو تیرے معزز گھر کے پاس چھوڑ آیا ہوں ایسی وادی میں جہاں کھیت وزراعت' ثمر وشجر اور لہلہاتے گل وزہر نام کو بھی نہیں ملتے۔ اے اللہ! میں نے انہیں صرف اس لیے یہاں چھوڑا ہے تاکہ وہ نماز قائم کریں۔ اے اللہ تمام دنیا کے لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف پھیر دے۔ اور ان کو ہر طرح کا پھل عنایت فرما تاکہ وہ تیرا شکر ادا کرتے رہیں''۔



ام اسماعیل علیہا السلام پانی کی تلاش میں

حضرت ہاجرہ علیہا السلام اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلانے کے ساتھ ساتھ جو مشکیزہ میں پانی رکھا تھا وہ بھی پلاتی تھیں۔ آخر مشکیزے کا پانی کب تک باقی رہتا۔ مشکیزہ پانی سے خالی ہو چکا تھا۔ اب حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور اس کے بیٹا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو سخت پیاس لگ رہی تھی حضرت اسماعیل علیہ السلام پیاس کی وجہ سے ادھر ادھر بل کھا رہے

تھے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اپنے معصوم بچے کو دیکھ کر برداشت نہ کر سکیں۔ قریب تھا کہ پیاس موت کے دہانے لے جاتی' صفا پہاڑی ان کے زیادہ قریب تھی۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام صفا پہاڑی پر چڑھ گئیں اور کھڑے ہو کر ادھر ادھر وادی کی طرف رخ کر کے دیکھنے لگیں کہ کہیں کوئی نظر آئے۔ لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ بے چینی کے عالم میں صفا پہاڑی سے جلدی سے اترتی ہیں اتنی تیز دوڑتی ہیں کہ دوپٹہ کا دامن ایک طرف سے ہوا میں لہرانے لگ جاتا ہے جو کہ آخر حد تک انسان کی کوشش کا ثبوت ہوتا ہے۔ حتی کہ وادی سے آگے بڑھ گئیں' دوڑتے دوڑتے مروہ پہاڑی پر چڑھ کر کھڑی ہو جاتی ہیں' وہاں بھی ادھر ادھر کسی کو دیکھنے کے لیے نظریں پھیرتی ہیں۔ لیکن کوئی دور دور تک نظر نہ آیا۔ ہاجرہ علیہا السلام سات بار ادھر ادھر جاتی رہیں کہ شاید کوئی پانی والا نظر آ جائے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَذٰلِکَ سَعْیُ النَّاسِ بَیْنَهُمَا.

''صفاء سے لے کر مروہ تک ہاجرہ علیہا السلام کا دوڑنا اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لوگوں کے لیے سعی مقرر کر دیا''۔

چشمۂ زمزم

آخری مرتبہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام مروہ پر کھڑے ہو کر اِدھر اُدھر نظریں دوڑاتی ہیں۔ اس دفعہ ایک آواز کان میں پڑتی ہے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اپنے آپ کو روکنے کا کہتی ہیں پھر دوبارہ کان دھرتی ہیں آواز دوبارہ اسی طرح سنائی دیتی ہے۔

ہاجرہ علیہا السلام: اپنے آپ کو مخاطب ہو کر کہتی ہیں اگر تیرے پاس مدد کرنے کی طاقت ہے تو پھر مدد کر' اچانک وہ دیکھتی ہیں کہ ایک فرشتہ زمزم کی جگہ پر کھڑا ہے' وہ اپنے پر زمین پر مارتا ہے جس سے زمین پانی باہر اچھال دیتی ہے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام یہ منظر دیکھ کر جلدی سے حوض بنانا شروع کرتی ہیں اور اپنے ہاتھوں سے چلو بھر بھر کر اپنے

مشکیزہ میں ڈالتی ہیں۔ لیکن پانی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے مشکیزہ بھرنے کے بعد بھی پانی اپنے جوش سے باہر نکل کر پھیل رہا ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَرْحَمُ اللّٰهُ اُمَّ اِسْمَاعِيلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَعِينًا.

''اللہ تعالیٰ ام اسماعیل علیہا السلام پر رحم فرمائے اگر آپ زمزم کے پانی کو نہ روکتیں تو یہ پانی پوری زمین کو سیراب کرتا''۔

فرشتہ: تم ہلاک ہونے کا خدشہ مت کرو۔ کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ کا پاک گھر ہے جس کو دوبارہ یہ بچہ اور اس کا باپ تعمیر کرے گا۔ اللہ تعالیٰ تو کبھی اپنے چہیتوں کو ضائع نہیں کرتا۔

بیت اللہ ان دنوں زمین سے بلند تھا۔ جیسا کہ چھوٹا سا ٹیلا ہوتا ہے جب سیلاب آتا تو چاروں اطراف میں آ کر پانی اکٹھا ہو جاتا۔

جرہم قبیلہ بئر زمزم کے پاس

حضرت ہاجرہ علیہا السلام اکیلی تھیں۔ یہاں تک کہ جرہم قبیلہ کا اُدھر سے گزر ہوا جب وہ مکہ کی ڈھلوان سطح پر پہنچے تو انہوں نے ایک پرندہ دیکھا جو فضا میں گھومتا ہوا اڑ رہا تھا جرہم قبیلہ (جو کہ پیاس سے نڈھال ہو چکا تھا) نے کہا یہ پرندہ ضرور پانی کے ارد گرد گھوم رہا ہے۔ لہٰذا ہم اِسی وادی میں اتریں گے اور پیاس دور کریں گے۔

چنانچہ انہوں نے خبر لانے والوں کو پانی کا پتہ لگانے کے لیے بھیجا۔ واپس آ کر انہوں نے بتایا کہ وہاں پانی موجود ہے۔ جرہم قبیلہ بئر زمزم کے قریب آ کر رک جاتا ہے۔ اور پاس ہی حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بیٹھے ہوئے ہیں۔

جرہم: قبیلہ کے لوگ آ کر حضرت ہاجرہ علیہا السلام سے اترنے کی اجازت طلب کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''کیا آپ ہمیں اپنے ہاں ٹھہرنے

کی اجازت دیتی ہیں؟''۔

ہاجرہ علیہا السلام: ہاں! یہاں رہ تو سکتے ہو۔لیکن پانی پر تمہارا کوئی حق نہ ہوگا۔

جرہم: ٹھیک ہے۔ یہ ہمیں بات منظور ہے۔ جرہم قبیلہ اجازت ملنے پر ہاجرہ علیہا السلام کے پاس رہنا شروع کر دیتا ہے۔قبیلہ والے اپنے باقی اہل وعیال کو پیغام بھیج دیتے ہیں کہ وہ بھی یہاں آ جائیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَأَلْفَى (وَجَدَ) ذٰلِکَ الْحَیُّ أُمَّ اِسْمَاعِیْلَ تُحِبُّ الْأُنس.

''قبیلہ جرہم والوں نے ام اسماعیل کو بہت زیادہ محبت کرنے والی پایا''۔



حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی پہلی بیوی

حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے پاس جرہم قبیلہ کافی آباد ہوگیا۔حضرت اسماعیل علیہ السلام اسی قبیلہ میں عنفوان شباب کو پہنچے اوران لوگوں سے ہی عربی سیکھی اورانہی لوگوں سے ہی فصاحت و بلاغت میں بڑھ گئے۔حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جوانی نے ان لوگوں پر نیا رنگ دکھایا۔ جب آپ سن بلوغت کو پہنچے تو قبیلہ والوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی اپنی ہی کسی ایک لڑکی سے کر دی۔حضرت ہاجرہ علیہا السلام وفات پا جاتی ہیں۔کافی ایام بیت جانے اورحضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی ہو جانے کے بعدحضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کوتلاش کرتے کرتے اسماعیل علیہ السلام کے گھر آتے ہیں۔گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا تو معلوم ہوا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر میں موجودنہیں ہیں۔ چنانچہ ان کی بیوی گھر میں موجودتھی۔

ابراہیم علیہ السلام: حضرت اسماعیل علیہ السلام 'اسماعیل علیہ السلام کی بیوی سے پوچھتے ہیں: (اَیْنَ اِسْمَاعِیْلُ؟) اسماعیل کہاں ہے؟۔

عورت: وہ تو باہر ہمارے لیے رزق کی تلاش میں نکلے ہوئے ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام: كَيْفَ عَيْشُكُمْ وَحَالُكُمْ ؟ تمہارا کیا حال ہے؟ اور تمہاری زندگی کیسی گزر رہی ہے؟

عورت: سخت کرخت انداز میں کہتی ہے ہمارا تو برا حال ہے۔ ہم تو تنگی و فاقوں کی چکی میں پس گئے۔ اسی طرح کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شکایات سنائیں۔

ابراہیم علیہ السلام: اچھا بات یہ ہے کہ جب تمہارا خاوند گھر آئے تو سب سے پہلے اس کو میرا سلام کہنا اور پھر اس کو کہنا کہ اپنے گھر کی چوکھٹ کو بدل لے۔ (مراد اپنی بیوی کو بدلنا تھا)

حضرت اسماعیل علیہ السلام باہر سے آتے ہیں آ کر کچھ محسوس کرتے ہیں۔

اسماعیل علیہ السلام: حضرت اسماعیل علیہ السلام اجنبی کیفیت میں پوچھتے ہیں کہ آج کوئی گھر میں تو نہیں آیا؟

عورت: (حقیر جانتے ہوئے) کہتی ہے ہاں! ایک بوڑھا آدمی آیا تھا؟ جو کہ اس اس طرح کا تھا۔ اس نے آتے ہی مجھ سے آپ کا پوچھا تھا تو میں نے اس کو بتا دیا پھر مجھ سے یہ پوچھنے لگا کہ تمہاری گزر بسر کیسے ہو رہی ہے۔ تو میں نے اس کو صاف صاف بتا دیا کہ ہم سے بڑھ کر کوئی شخص تنگی میں نہیں ہے۔

اسماعیل علیہ السلام: کیا آنے والے نے تجھے کوئی پیغام بطور وصیت دیا تھا؟

عورت: ہاں! مجھے یاد آیا وہ آپ کو سلام کہتے تھے اور ساتھ یہ کہتے تھے کہ گھر کی چوکھٹ کو تبدیل کر دو۔

اسماعیل علیہ السلام: وہ تو میرا مشفق باپ تھا جو کہ مجھے حکم دے گیا ہے کہ میں تجھے طلاق دے دوں۔ لہٰذا حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا:

((اَلْحِقِىْ بِاَهْلِكِ وَ طَلَّقَهَا)).

’’جاؤ اپنے والدین کے پاس چلی جاؤ‘ حضرت اسماعیل علیہ السلام اس کو طلاق دے دیتے ہیں‘‘۔



حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی دوسری بیوی

بعد میں حضرت اسماعیل علیہ السلام نے قبیلہ جرہم کی ہی ایک اور عورت سے شادی کی‘ کافی دیر بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گھر آئے لیکن اس دفعہ پھر اسماعیل علیہ السلام گھر میں موجود نہ تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام گھر میں داخل ہوکر اسماعیل علیہ السلام کی بیوی سے اسماعیل علیہ السلام کے بارے پوچھتے ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام: أَيْنَ إِسْمَاعِيلُ؟. اسماعیل کہاں ہے؟۔

عورت: وہ تو شکار کرنے جنگل گئے ہیں تاکہ ہمارے لیے کچھ کھانے کے لیے لائیں۔

ابراہیم علیہ السلام: كَيْفَ عَشِيُّكُمْ؟ تمہاری گزر بسر کیسے ہو رہی ہے؟

عورت: اللہ کا شکر ہے ہم خیر و عافیت میں ہیں اور خوشحالی میں ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام: تمہارا کھانا اور پینا کیا ہے؟

عورت: کھانے کو روزانہ گوشت ملتا ہے اور پینے کو پانی۔

ابراہیم علیہ السلام: دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي اللَّحْمِ وَالْمَآءِ.

’’اے اللہ! ان کے گوشت اور پانی میں خیر و برکت فرما‘‘۔

اچھا بات یہ ہے کہ جب تیرا خاوند گھر واپس آئے تو اس کو میرا سلام کہنا اور یہ بھی کہہ دینا کہ اس چوکھٹ کو ہرگز ہرگز تبدیل نہ کریں۔

رسول اللہ ﷺ: ابراہیم علیہ السلام کی دعا نے برکت کا مینہ برسا دیا۔ چنانچہ حضرت

اسماعیل علیہ السلام آتے ہیں۔

اسماعیل علیہ السلام: تھکے ماندے اجنبی کیفیت میں سوال کرتے ہیں: کیا تمہارے پاس کوئی آیا ہے؟

عورت: نہایت مسرت میں آ کر کہتی ہے ہاں ہمارے پاس ایک شیخ آیا تھا جس کی حالت خوبصورتی سے بھرپور تھی۔ میں اس کے پاس بیٹھی' اس نے مجھ سے آپ کے بارے سوال کیا' میں نے بتایا کہ وہ شکار کو گئے ہیں' پھر بڑے میاں نے مجھ سے یہ پوچھا بتاؤ تمہاری گذر بسر کیسی ہو رہی ہے؟ میں نے اس کو بتایا کہ ہم الحمدللہ خیر و عافیت سے زندگی گزار رہے ہیں۔

اسماعیل علیہ السلام: کیا انہوں نے تجھے کوئی وصیت کی؟

عورت: ہاں! ہاں! وہ آپ کو سلام کہتے تھے اور یہ آپ کو حکم کرتے تھے کہ اپنے گھر کی چوکھٹ کو ہاتھ تک نہ لگایئے۔

اسماعیل علیہ السلام: یہ تو میرے محترم والد تھے چوکھٹ تو تو ہی ہے۔ جس کے بارے مجھے حکم ہوا ہے کہ اس کو سچی رفیقۂ حیات بنا لو۔



حضرت خلیل علیہ السلام کی حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملاقات

جب تک اللہ نے چاہا باپ بیٹا جدا رہے۔ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ مکرمہ کی طرف آتے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام آب زمزم کے قریب درخت کے نیچے بیٹھ کر تیر تراش رہے ہوتے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نگاہ عظیم باپ پر پڑتی ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام دیکھتے ہی فوراً کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دونوں باپ بیٹا عرصہ کی جدائی کے بعد ایک دوسرے کے گلے ملتے ہیں۔

کعبۃ اللہ کی تعمیر

ابراہیم علیہ السلام: (پختہ ارادہ کرتے ہوئے) اے میرے بیٹے اسماعیلؑ مجھے اللہ تعالیٰ نے کسی کام کے کرنے کا حکم دیا ہے۔

اسماعیل علیہ السلام: فَاصْنَعْ مَا اَمَرَکَ اللّٰهُ. اے ابو جان! جو بھی اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے اسے کر گزریئے۔

ابراہیم علیہ السلام: کیا آپ میری مدد کریں گے؟

اسماعیل علیہ السلام: ہاں! ہاں! (وَ اُعِیْنُکَ) میں تمہاری ضرور مدد کروں گا۔

ابراہیم علیہ السلام: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہاں اس کا گھر تعمیر کروں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پاس کھڑے اُبھرے ہوئے ٹیلے کی طرف اشارہ فرماتے ہیں اور ٹیلے کے اردگرد کے بارے باتیں کرتے ہیں۔ دونوں باپ بیٹا نے کعبہ کی بنیادیں رکھتے ہوئے کام شروع کیا بیٹا پتھر لا کر پکڑاتا تھا۔ اور باپ پتھر پکڑ پکڑ کر اللہ کا گھر بناتا تھا۔ حتیٰ کہ دیواریں بلند ہو گئیں۔ پھر حجر اسود کو لا کر دیوار میں چسپاں کر دیا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ بناتے رہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر مشقت سے اٹھا کر پکڑاتے رہے۔ حتیٰ کہ خدا کا گھر اختتام تعمیر کو پہنچا۔

ابراہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام: گھر مکمل کرنے کے بعد باپ بیٹے نے خلوص سے دعا مانگی اور فرمایا:

﴿ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴾

"اے اللہ! ہماری اس ادنیٰ کاوش کو قبول و منظور فرما کیونکہ تو ہی سننے والا جاننے والا ہے"۔

(بخاری ۴/۱۱۳)



قصہ کے فوائد

❶ مومن آدمی اللہ کے اوامر کو تسلیم کرتا ہے اور اس کی اطاعت کو اور محبت کو ہر چیز پر ترجیح دیتا ہے۔ خواہ نیک بیوی ہو یا پھر اکلوتا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے حکم دیا تھا کہ وہ اپنی بیوی اور دودھ پینے والے بچے کو غیر آباد علاقہ میں چھوڑ آئے۔ جہاں نہ تو پانی اور نہ کوئی انسانی شکل نظر آتی تھی۔

❷ نیک عورت اللہ کے حکم کو سر تسلیم خم کرتی ہے اور صبر کرتے ہوئے اپنے خاوند کی ہر بات کو مانتی ہے اور ہمیشہ ایمان کی حالت میں کہتی ہے:

اذن لا يضيعنا الله.
''ہمیں اللہ کبھی بھی ضائع نہ کرے گا''۔

❸ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہمیں یہ سکھلایا۔ کہ دعا کے ساتھ ساتھ اسباب کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ جیسے کہ انہوں نے خود کر کے دکھایا۔ وفادار بیوی اور چھوٹے بچے کو ویران وادی میں چھوڑ آئے۔ ان کو تھیلی کھجوروں کی بھی دی اور مشکیزہ پانی کا بھی دیا اور بعد میں ان کے لیے دعا بھی کی:
''اے اللہ! میں اپنی بیوی اور بیٹے کو غیر آباد وادی میں چھوڑ رہا ہوں جو کہ تیرے گھر کے قریب ہے''۔ (سورۃ ابراہیم:۳۶)

❹ حضرت ہاجرہ علیہا السلام پانی کو اس وقت تلاش کرتی ہیں جب ان کے پاس پانی ختم ہو جاتا ہے تو پانی تلاش کرنے کے ساتھ ظاہری اسباب بھی اپناتی ہیں۔ وہ کئی بار صفا' مروہ کے مابین دوڑتی ہیں۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے زمزم کا مقدس پانی عنایت فرمایا۔

❺ انسان کے لیے جائز ہے کہ وہ مدد حاصل کرنے کے لیے ہر آواز پر کان دھرے جیسے ام اسماعیل علیہا السلام نے کیا اور یہ مخلوق کی طاقت کی بات ہے۔ بخلاف میت اور غائب کے۔ کیونکہ یہ آدمی کی مدد نہیں کر سکتے۔

❻ اللہ تعالیٰ نے آل ابراہیم علیہ السلام کو چن کر ان کی پشت سے انبیاء اور رسولوں کا

انتخاب فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے اسماعیلؑ کے لیے ایسی بیوی کا کیسے انتخاب کر سکتے تھے جو صرف کھانے پینے میں دلیر ہو ہمہ وقت جسم کو بہم طاقت ور بنانے میں لگی ہو۔ روح کو کوئی خوراک اور غذا نہ دے۔ ایسی بیوی کس کام کی ہے جو مہمان کی مہماں نوازی کرنے میں حد سے بڑھ کر تکلیف محسوس کرتی ہو۔ اور وہ بیوی جو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرتی ہو۔ ہر وقت معیشت کی تنگی کی شکایت کرتی ہو۔ اس لیے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام کو اشارہ کیا تھا کہ اس بیوی کو طلاق دے دو۔ اور جتنا جلدی ہو سکے اس سے چھٹکارا حاصل کرو۔

7. طاعت اور صبر بہت ہی قابل تعریف خصلتیں ہیں۔ جو کہ باقی لوگوں کے لیے ہر وقت اچھا تذکرہ ہوتی ہیں۔ وہ جگہ بہت ہی وحشت ناک تھی جہاں حضرت ہاجرہ علیہا السلام' اسماعیل علیہ السلام ٹھہریں۔ اس کے بدلے ایسے حرم میں رہیں جو کہ امن والا' سکون والا' اور مبارک پانی والا ہے۔ پوری دنیا کے باشندوں کے دل اس پاک شہر کی طرف لگ گئے۔ مختلف رنگ اور مختلف ذائقہ والے پھل ہر طرف سے آنے لگے۔ ہر کونے' گلی کوچے سے لوگ اس بیت اللہ کا حج کرنے کے لیے ایک دوسرے سے سبقت لینے لگے۔ تاکہ یہاں حاضر ہونے سے سبھی مشکلات نیست و نابود ہو جائیں' اور سب سے بڑا مقصد ہر حاجی کا یہ ہوتا ہے کہ بیت اللہ میں حاضری دینے سے دنیا و آخرت کا منافع ذخیرہ کر لیں۔



توبہ کا فرش

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ:

كَـانَ فِيْمَنْ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَّ تِسْعِيْنَ نَفْسًا، فَسَأَلَ عَنْ اَعْلَمِ اَهْلِ الْاَرْضِ، فَدَلَّ عَلٰى رَاهِبٍ، فَاَتَاهُ.

رسول مکرم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں: کہ پہلے لوگوں میں ایک ایسا آدمی تھا جس نے ننانوے (۹۹) جانوں کا خون کیا تھا (اس کے دل میں جب خوفِ الٰہی پیدا ہوا) تو اس نے اپنے اس جرم کے متعلق زمین والوں میں سے زیادہ علم رکھنے والے سے سوال کیا تو اس کو ایک راہب پادری کے بارے بتایا گیا۔ چنانچہ وہ پادری کے پاس آتا ہے۔

قاتل: (پشیمان ہوکر کہتا ہے) اِنِّـىْ قَتَلْتُ تِسْعَةً وَّ تِسْعِيْنَ نَفْسًا. میں تو ننانوے جانوں کا خون کر چکا ہوں۔ فَهَـلْ لِّـىْ مِنْ تَوْبَةٍ؟ کیا میرے لیے توبہ کی گنجائش ہے؟۔

راہب: (سرکشی اور جہالت کی بنا پر) کہتا ہے آپ کے لیے قطعاً توبہ نہیں ہے۔ قاتل (اپنی تلوار) سے اس راہب کے سر کو بھی قلم کر دیتا ہے۔ اب قاتل سو آدمی پورے قتل کر لیتا ہے۔

پھر ایک بڑے عالم سے سوال کرتا ہے۔ وہ عالم ایک معزز اور صاحبِ علم آدمی کے بارے کہتا ہے۔ کہ اس عالم کے پاس جاؤ۔

قاتل: عالم آدمی کے پاس آ کر کہتا ہے میں نے سو آدمی قتل کیے ہیں: فَهَلْ لِّىْ مِنْ تَوْبَةٍ؟ کیا میرے جیسے آدمی کو توبہ مل سکتی ہے؟۔

عالم: (مخلصانہ انداز میں) ہاں! ہاں! کیوں نہیں! کیا چیز تیرے اور تیری توبہ کے مابین رکاوٹ ہے؟ جا فلاں بستی میں چلا جا۔ وہاں

کے لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا خوب جانتے ہیں۔ تو بھی ان کے ساتھ مل کر عابد بن جا۔ اب دوبارہ اپنی زمین کی طرف مت آنا کیونکہ وہ ہر برائی کو اٹھائے ہوئے ہے۔

قاتل: آدمی چلتا چلتا نصف راستے پر آ جاتا ہے۔ درمیان میں پہنچتے ہی موت اس کو آ لیتی ہے۔ (ادھر سے فرشتے آ جاتے ہیں) عرش سے رحمت اور عذاب والے فرشتوں کی بھی پارٹی آ جاتی ہے۔

رحمت کے فرشتے: آپس میں رحمت اور عذاب کے فرشتے جھگڑا کرتے ہیں۔ رحمت کے فرشتے کہتے ہیں یہ تو سچے دل سے توبہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف آ رہا تھا۔

عذاب کے فرشتے: یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اس نے تو زندگی میں کبھی نیکی کی ہی نہیں۔

قاضی فرشتہ: یہ بحث ابھی جاری ہوتی ہے۔ اچانک ایک فرشتہ آدمی کی صورت اپنائے ان کے پاس آتا ہے۔ وہ بھی ان میں آ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے دونوں سمتوں سے زمین کو ماپ لو۔ پس جس طرف سے زمین تھوڑی ہو یہ آدمی اسی طرف والی پارٹی کو دیا جائے گا۔

فرشتے دونوں طرف سے زمین ماپتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ توبہ کرنے والا قاتل جدھر جا رہا ہوتا ہے۔ اس طرف والی زمین کے وہ ایک بالشت زائد قریب ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کو رحمت کے فرشتے لے جاتے ہیں۔

(بخاری ۴/ ۱۴۹۔ مسلم حدیث ۲۷۶۶)



قصہ کے فوائد

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ،

اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ (الزمر : ٥٣)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''کہہ دیجیے: اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے نفسوں پر اسراف کیا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ ہی سبھی گناہوں کو معاف فرماتا ہے۔ اور وہی زیادہ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے''۔

❶ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے گناہ گار کو مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اگر چہ اس نے زمین کو گناہوں سے بھر ہی کیوں نہ دیا ہو۔ بلکہ ایسے آدمی پر واجب ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے۔

اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا:

﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ ، وَ يَعْفُوْا عَنِ السَّيِّئَاتِ ، وَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ (الشوریٰ : ٢٥)

''وہی ذات ہے جو اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتی ہے۔ اور ان کے گناہوں سے درگزر کرتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ وہ ہیں۔ جو سب کچھ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو''۔

❷ جاہل آدمی کو اس وقت تک ضرور کتاب وسنت کے جاننے والے سے سوال کرتے رہنا چاہیے۔ جب تک اس کی مشکلات کی گرہ نہیں کھلتی۔

❸ عابد آدمی کے لیے جہالت کی حالت میں جائز نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو فتوے دے۔ کیونکہ لوگوں کو نفع دینے کی بجائے نقصان دوگنا ہوتا ہے۔ اور گناہ کا وبال سبھی کا سبھی غلط فتویٰ دینے والے پر لوٹ آتا ہے۔ اگر چہ ایسا مفتی علماء جیسا ہی سٹائل اپنا کر فتویٰ کیوں نہ دے۔ جیسے کہ اس قصہ میں مذکور ہے۔ اگر چہ راہب جانتا تھا کہ اس آدمی پر توبہ کا دروازہ بند ہے لیکن دانائی سے کام نہ لینے کی وجہ سے خود بھی قتل ہو گیا۔

❹ عالم وہ ہوتا ہے جو لوگوں کے لیے توبہ کے دروازے کھول دیتا ہے اور اللہ کی

رحمت سے مایوسی کے دروازے کو تالا لگا دیتا ہے۔ ایسے عالم کی مثال طبیب و ڈاکٹر جیسی ہے جو مریض کی نبض چیک کرتا ہے اور من جانب اللہ شفاء کی تسلی دیتے ہوئے مریض کے لیے امید کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

5 جب کوئی خطا کار سچی توبہ کرنا چاہے۔ تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے گناہ میں شریک شدہ ساتھیوں سے الگ ہو جائے اور وہ جگہ بھی چھوڑ دے جہاں رہ کر نافرمانیوں کا ارتکاب کرتا رہا۔

6 تائب (توبہ کرنے والے) پر یہ لازم ہے کہ وہ نیک وصلحاء لوگوں سے نرمی سے پیش آئے۔ تاکہ اطاعت (فرمانبرداری) کا بھی عادی بن جائے اور برائیاں چھوڑنے کا بھی عادی بن جائے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:

اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ، فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُخَالِلُ.

(حسن رواہ ابو داؤد و الترمذی)

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"کہ تم میں سے ہر ایک کو پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ میں کس کو دوست بنا رہا ہوں کیونکہ بندہ اپنے دوست کے دین پر ہو جاتا ہے"۔

7 جھگڑے کے وقت کتاب وسنت کا علم رکھنے والے سے فیصلہ کرانا مشروع قرار دیا گیا ہے۔

8 گناہ انسان نے جو بھی کیا ہو اس کو حقیر مت جانے۔ کیونکہ انسان کو علم نہیں ہے کہ کس عمل وفعل سے اس کی زندگی ختم ہو جائے۔ حدیث میں ہے:

اِنَّ الرَّجُلَ لَیَعْمَلَ عَمَلَ الْجَنَّةِ فِیْهَا یَبْدُوْ لِلنَّاسِ ، وَ هُوَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ ، وَ اَنَّ الرَّجُلَ لَیَعْمَلَ عَمَلَ النَّارِ فِیْمَا یَبْدُوْ لِلنَّاسِ ، وَ هُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ.

(متفق علیه)

"آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بعض دفعہ آدمی جنتیوں جیسا کام کرتا ہے جو

لوگوں کو بھی جنتی آدمی محسوس ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ آدمی جہنمی ہوتا ہے۔ اور بعض دفعہ انسان جہنمیوں والے کام کرتا ہے لوگ بھی اس کو جہنمی سمجھتے ہیں۔ لیکن اصل میں وہ جنتی ہوتا ہے''۔

(زاد البخاری) وَ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِخَوَاتِیْمِھَا. (متفق علیه)

امام بخاری نے یہ الفاظ زائد تحریر فرمائے ہیں: جن کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' کہ عملوں کا دارو مدار خاتمہ پر ہے''۔ (مراد موت کے وقت کا عمل خواہ نیک ہو یا بد اسی پر ہی قیامت کے روز اٹھایا جائے گا)۔



خطبۂ حاجت کی اہمیت اور دلوں پر اثر

ایک آدمی از دشنوءہ قبیلہ سے آتا ہے۔ جس کا نام ضماد بن ثعلبہ الازدی رضی اللہ عنہ ہوتا ہے۔ ضماد بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ جن بھوت کے مریضوں کو دم کرتا تھا۔ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کے بارے سنا۔

مکہ کے بے وقوف: (عام افواہیں پھیلاتے ہوئے) یہ کہتے ہیں کہ (اَنَّ مُحَمَّداً مَجْنُوْنٌ) لوگو! حضرت محمد ﷺ تو دیوانے اور پاگل ہیں۔ (نعوذ باللہ)

ضماد رضی اللہ عنہ: (اپنے نفس میں کہتا ہے) اچھا میں اس مجنون کے پاس جاتا ہوں۔ شاید اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ سے اس کو شفاء دے دے۔ ضماد بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ حضرت محمد ﷺ سے ملتا ہے۔

ضماد رضی اللہ عنہ: (ہنستے ہوئے) کہتا ہے اے محمد ﷺ! میں جادو ٹونے کا دم خوب کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں میرے ہاتھ سے شفاء دے دیتے ہیں۔ کیا آپ دم کروانا چاہتے ہیں؟۔

رسول اللہ ﷺ: پہلے میرا دم سنو! آپ خطبہ حاجت پڑھنا شروع کر دیتے ہیں:

اِنَّ الْحَمْدَلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ. وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ. اَمَّابَعْدُ!

''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس کی ہم حمد بیان کرتے ہیں۔ اور جس سے ہم مدد چاہتے ہیں۔ جس آدمی کو اللہ ہدایت دے دے۔ دنیا میں کوئی اس کو گمراہ نہیں کر سکتا۔ اور جس کو اللہ گمراہ کر دے۔ کوئی اس کو ہدایت

دینے والا نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں محمد اللہ کے رسول اوراس کے بندے ہیں"۔

امابعد! (یعنی حمد وصلوٰۃ کے بعد)

ضماد رضی اللہ عنہ: (متاثر ہوتے ہوئے) اے محمدؐ! ذرہ دوبارہ اپنے ان کلمات کو دہرائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ تین مرتبہ اپنے اس خطبہ کو دہراتے ہیں۔

ضماد رضی اللہ عنہ: میں نے جادوگروں' قیافہ شناسوں اور شعراء کے بہت اقوال سنے۔ لیکن تیرے کلمات کی مثل آج تک کلمات نہیں سنے۔ یہ کلمات تو سمندر کی گہرائی کو چھوتے ہیں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ذرہ اپنا ہاتھ میری طرف لایئے۔ میں بھی اسلام پر آپ کی بیعت کرتا ہوں۔

يُبَايِعُ ضَمَادُ رضی اللہ عنہ الرَّسُوْلَ صلی اللہ علیہ وسلم .

"چنانچہ ضماد رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کر لیتا ہے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: (سوچتے ہوئے) فرماتے ہیں کیا تو میری بیعت اپنی قوم کی طرف سے بھی کرتا ہے؟۔

ضماد رضی اللہ عنہ: ہاں! اپنی قوم کی بھی (میں آپ کی بیعت اپنی قوم کی طرف سے بھی کرتا ہوں)۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سریہ بھیجتے ہیں۔ وہ ضماد ازدی رضی اللہ عنہ کی قوم کے پاس آتا ہے۔

کمانڈر لشکر سے: کیا تمہیں ان لوگوں میں سے کچھ حاصل ہوا ہے؟

مجاہد: ہاں! ہمیں ان سے ایک وضو کرنے والا برتن ملا ہے۔

کمانڈر: اس برتن کو فوراً واپس کردو یہ تو ضماد بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی قوم ہے۔

(رواہ مسلم ۸٦٨)

قصہ وحدیث کے فوائد

❶ اسلام سے قبل اہل عرب اس بات کے معتقد تھے کہ جنات کے چھونے سے آدمی مجنون ہو جاتا ہے وہ اس بیماری کا نام (السریع) رکھتے تھے۔ جب اسلام آیا تو یہ بات ختم ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ﴾ (البقرة : ۲۷۵)

''وہ لوگ جو سود کو غذا بناتے ہیں۔ وہ اس طرح کھڑے ہوتے ہیں جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جس کو شیطان نے چھونے سے پاگل کر دیا ہو''۔

❷ جو عرب میں جن بھوت کا دم کر لیتا تھا وہ بعض دفعہ اس معاملہ میں جنات سے مدد لیتا تھا۔ اسلام نے آ کر اس عرب کام کو بالکل ختم کر دیا۔ اور باطل قرار دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَ اَنَّهٗ کَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ﴾ (الجن)

''اور تحقیق انسانوں میں سے بعض لوگ جنات سے پناہ طلب کرتے تھے جس سے جنات سرکشی میں اور بڑھ گئے''۔

اب بھی بعض مسلمان لوگ بیماریوں کا علاج کرنے کے لیے جنات سے مدد طلب کرتے ہیں۔ یا پھر جادو اتارنے کے لیے جنات سے مدد مانگتے ہیں۔ یہ اتنا بڑا شرک ہے جو بھی اعمال کو ضائع کر دیتا ہے۔ اور یہ شرک کرنے والوں کو سرکشی اور کفر میں مزید بڑھا دیتا ہے مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنا علاج معوذتین کی تلاوت کرنے کے ساتھ کرے۔

❶ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَعَوَّذُ مِنْ اَعْيُنِ الْجَآنِّ، وَ اَعْيُنِ الْاِنْسَانِ، فَلَمَّا نَزَلَتِ الْمُعَوَّذَتَانِ اَخَذَ بِهِمَا، وَ تَرَكَ مَا سِوَاهُمَا.

(رواه الترمذی و قال حدیث حسن صحیح)

''رسول مکرم ﷺ ہمیشہ جنوں اور انسانوں کی بدنظری سے پناہ مانگتے تھے۔ جب معوذتین نازل ہوئیں۔ تو پھر آپ ان کو ہی پڑھتے تھے ان کے سوا باقی کے ساتھ پناہ مانگنا ترک کر دیا''۔

❷ وَ عَنْ عَائِشَةَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اِذَا اشْتَكٰى يَقْرَأُ عَلٰى نَفْسِهٖ بِالْمُعَوَّذَتَيْنِ ، وَ يَنْفِثُ، فَلَمَّا اشْتَدَّ وَجْعُهٗ كُنْتُ اَقْرَاءُ عَلَيْهِ بِالْمُعَوَّذَاتِ وَ اَمْسَحُ بِيَدِهٖ عَلَيْهِ رِجَاءَ بَرَكَتِهَا. (رواه البخاری وغیره)

''حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہو جاتے تو آپ خود معوذتین پڑھتے پھر اپنے جسم مبارک پر پھونکتے۔ لیکن جب آپ زیادہ بیمار ہو گئے تو پھر میں معوذات پڑھتی اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کے جسم اطہر پر پھیرتی۔ یہ فعل میں آپ کے ہاتھوں کی برکت کی وجہ سے کرتی تھی''۔

❸ جاہلیت کے دور کے لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ شافی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ لیکن (کتنے افسوس کی بات ہے) بعض یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وغیرہ ہی مختلف امراض سے شفاء دیتے ہیں۔

— * —

احمد محمد جمال کا عقیدہ

جناب احمد محمد جمال صاحب ایک رسالہ میں کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے متعدد روایات میں اپنی بذاتِ خود تعریف کی ہے کہ میں ایسی رحمت ہوں جو انسانیت کو بطور ہدیہ پیش کی گئی ہے۔ تا کہ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی

طرف لاؤں۔

احمد محمد جمال یہ تفصیل بیان کرتے ہیں: کہ

''آنحضرت ﷺ تمام حسی اور معنوی بیماریوں سے دلوں' آنکھوں اور جسموں سے شفاء دیتے ہیں''۔

حالانکہ قرآن وحدیث میں اس کی کلام کا رد ہے۔

❶ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبانی یہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنَ ﴾ (الشعراء)

حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میں جب بھی بیمار ہو جاتا ہوں تو شفاء مجھے وہی (اللہ تعالیٰ) دیتا ہے''۔

❷ رسول مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْهِبِ الْبَاْسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَآؤُکَ شِفَآءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا. (متفق عليه)

''اے اللہ! اے لوگوں کے رب! بیماری کو ختم کر دیجیے اور آپ ہی شفاء دینے والے ہیں۔ صرف اور صرف تیری ہی شفاء ہے۔ اللہ! ایسی شفاء دے جو بیماری کو نہ چھوڑے''۔

❸ خطبہ حاجت (جس سے ضماد رضی اللہ عنہ سن کر بہت متاثر ہوا تھا اور دوبارہ رسول اللہ ﷺ سے سننے کا مشتاق ہوا تھا اور جس کی وجہ سے ضماد رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی بیع اپنی قوم کے اسلام پر بیعت کی تھی) یہ حمداللہ' اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے پر مشتمل ہے۔ اور اس بات کی مزید تاکید کی گئی ہے کہ برحق معبود وہی واحد اللہ تعالیٰ ہے۔

یہ خطبہ حاجت رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ تم اپنے دینی امور میں پڑھا کرو' خواہ یہ خطبہ نکاح کی صورت میں ہو' جمعہ کی صورت میں ہو یا محفل ومجلس کی صورت میں پڑھا جاتا ہو۔

اس عظیم خطبہ کے فوائد

❶ یہ خطبہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے جو اس طرح ہے کہ نبی کریم ﷺ جب بھی خطبہ ارشاد فرماتے تو مذکورہ خطبہ پڑھتے (جو ضماد رضی اللہ عنہ کے سامنے پڑھا) اس خطبہ کا ثبوت مسلم اور نسائی وغیرہما میں موجود ہے۔ یہ خطبہ تمام قسم کے خطبوں کو شامل ہے' خاص طور پر خطبہ جمعہ اور اس خطبہ کی نص امام مسلم کی ایک روایت سے ملتی ہے لہٰذا موجودہ دور کے خطباء کو چاہیے کہ وہ اس سنت کو ہر صورت زندہ کریں۔

(کلام البانی)

❷ اس خطبہ میں آپ نے استعاذہ (اَعُوْذُ بِاللّٰهِ) نہیں پڑھا نہ خطبہ کے درمیان، نہ کلام کرتے وقت، اور نہ مجلسوں میں (اَعُوْذُ بِاللّٰهِ) صرف تلاوتِ قرآن کے وقت جائز ہے۔

❸ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ ﴾

''اس اللہ سے ڈرو جس کے بارے تم سوال کیے جاؤ گے''۔

اس میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے کا جواز اور دلیل ملتی ہے وہ جو حدیث ہے:

لَا یُسْأَلُ بِوَجْهِ اللّٰهِ اِلَّا الْجَنَّةَ.

یہ حدیث ضعیف ہے اس کے فرض ہونے کے لیے حدیث کی صحت ضروری ہے۔

(سلسلۃ احادیث ضعیفہ ۱/ ۵)

● خطبہ میں اختصار کرنا بھی جائز ہے۔ جیسے آپ نے کیا' ضماد بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کو مختصر خطبہ سنایا۔ جس پر وہ صحابی مسلمان ہوگیا۔

مبارک معجزہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ:

وَاللّٰهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِنْ كُنْتُ لَاَعْتَمِدُ بِكَبِدِیْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْجُوْعِ! وَ اِنْ كُنْتُ لَاَشُدُّ الْحَجَرَ عَلٰی بَطْنِیْ مِنَ الْجُوْعِ! وَ لَقَدْ قَعَدْتُ یَوْمًا عَلٰی طَرِیْقِهِمُ الَّذِیْ یَخْرُجُوْنَ مِنْهُ. فَمَرَّ اَبُوْبَكْرٍ، فَسَاَلْتُهُ عَنْ آیَةٍ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ، مَا سَاَلْتُهُ اِلَّا لِیُشْبِعُنٰی، فَمَرَّ وَ لَمْ یَفْعَلْ. ثُمَّ مَرَّبِیْ عُمَرُ، فَسَاَلْتُهُ عَنْ آیَةٍ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ مَا سَاَلْتُهُ اِلَّا لِیُشْبِعُنٰی، فَمَرَّ وَ لَمْ یَفْعَلْ. ثُمَّ مَرَّبِیَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَتَبَسَّمَ حِیْنَ رَآنِیْ وَ عَرَفَ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَ مَا فِیْ وَجْهِیْ.

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

''اس اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ مجھے اتنی بھوک لگی تھی جس کی وجہ سے اپنے پیٹ پر ایک پتھر باندھا ہوا تھا' جس کی وجہ سے میں پیٹ کے سہارے سینے کے بل زمین پر پڑا رہتا تھا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ میں ایسے راستے پر بیٹھ گیا جو کہ ہر فرد کی گزرگاہ تھی۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس چل کر آئے۔ میں نے ان سے ایک آیت کا مفہوم طلب کیا جو اللہ تعالیٰ کی کتاب سے تھی۔ میرے سوال کرنے کی وجہ صرف اور صرف بھوک تھی۔ تاکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھے کچھ کھانے کو دیں لیکن وہ نہ سمجھ سکے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرتے ہیں۔ ان سے بھی اس آیت کا مفہوم طلب کیا تاکہ وہ سمجھ کر مجھے کھانا کھلا دیں۔ لیکن وہ بھی سوال کا مطلب نہ سمجھ سکے آخر وہ بھی چلے گئے۔

آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گزر ہوتا ہے۔ وہ جونہی مجھے دیکھتے ہیں مسکرا

پڑتے ہیں۔اوران کو پتہ چل گیا کہ میرے نفس اور چہرے کے اثرات کیا بتاتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ: اے ابو ہریرہؓ! (یہ لقب بھی رسول اللہ ﷺ کے پکارنے پر مشہور ہوا)۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ۔ یارسول اللہ ﷺ آپ کا حکم چشم ما روشن دل ماشاد۔

رسول اللہ ﷺ: اَلْحِقْ. میرے ساتھ ملو۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر کی طرف جاتے ہیں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی پیچھے پیچھے چل پڑتے ہیں۔ جب اپنے گھر میں داخل ہوتے ہیں تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھی داخل ہونے کی اجازت دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ گھر میں ایک دودھ کا پیالہ دیکھتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ: مِنْ اَیْنَ هٰذَا اللَّبَنُ. یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟

گھر والے: یہ دودھ کا پیالہ فلاں آدمی یا عورت نے آپ کو بطورِ ہدیہ بھیجا ہے۔

رسول اللہ ﷺ: اے ابو ہریرہؓ!

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: اے اللہ کے رسول ﷺ میں حاضر خدمت ہوں۔فرمائیے۔

رسول اللہ ﷺ: تم جاؤ اور اہل صفہ کو میری طرف سے دعوت دے دو۔

(اور اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے یہ وہ لوگ تھے جو مسجد نبوی میں ہی رہتے تھے اپنے اہل و مال کی طرف توجہ نہ دیتے تھے اور نہ کسی اور کے پاس جا کر رہتے تھے جب آپ کے پاس صدقہ آتا تو فوراً صفہ والوں کی طرف بھیج دیتے۔ رسول اللہ ﷺ صدقہ سے کچھ بھی نہ تناول فرماتے۔ جونہی صدقہ آتا آپ چبوترہ والوں کی طرف بھیج دیتے رسول اللہ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے ہدیہ سمجھ کر کبھی کبھی ساتھ بیٹھ جاتے تھے)۔ یہ سن کر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دودھ کم ملنے کی پریشانی لگا لیتے ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: (دل میں کہتے ہیں) یہ اہل صفہ کا اس دودھ میں کیا حق ہے۔

حالانکہ زیادہ حق میرا ہے (جس کو اتنی بھوک لگی ہے) چاہیے تو یہ تھا کہ یہ دودھ مجھے دیا جاتا میں پی کر بھوک سے پیدا ہونے والی کمزوری کو دور کرتا۔ آخر سبھی صفہ والے آ گئے رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ یہ دودھ سبھی کو دو۔ میرے لیے اس دودھ سے کیا بچے گا۔ کوئی اُمید نظر نہیں آتی ہے۔ لیکن دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کی طاعت اور اللہ کی طاعت بھی ضروری اور مقدم ہے۔

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اہل صفہ کو دعوت دیتے ہیں سبھی متوجہ ہوتے ہوئے اجازت طلب کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ ان سب کو اجازت دے دیتے ہیں۔ لہٰذا سبھی گھر میں اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جاتے ہیں)۔

رسول اللہ ﷺ: اے ابوہریرہؓ!

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ: اے اللہ کے رسول ﷺ حکم فرمائیے۔

رسول اللہ ﷺ: ابوہریرہؓ! تم ایسا کرو کہ یہ دودھ کا پیالہ پکڑ کر سبھی کو باری باری دودھ پلاؤ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دودھ کا پیالہ ہاتھ میں پکڑتے ہیں اور باری باری ایک ایک آدمی کو پلانا شروع کر دیتے ہیں ایک آدمی کو دیتے ہیں جب وہ اچھی طرح سیر ہو جاتا تو پھر دوسرے پہلو میں بیٹھے آدمی کو پیالہ پکڑاتے ہیں۔ آخر سبھی کے سبھی مہمانانِ اسلام سیر ہو گئے۔ یہاں تک کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دودھ کا پیالہ رسول اکرم ﷺ کی طرف بڑھاتے ہیں۔ قوم کی حالت یہ ہے کہ سبھی کے سبھی اپنی بھوک چکے ہیں۔ نبی کریم ﷺ پیالہ پکڑتے ہیں پھر دوبارہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر رکھ دیتے ہیں۔ کہ جب آنحضرت ﷺ نے ہاتھ پر پیالہ رکھا (سرگین آنکھوں سے) آنحضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ: اے ابوہریرہؓ!

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ: یارسول اللہ میں حاضر ہوں۔

رسول اللہ ﷺ: اب تو ابو ہریرہؓ میں اور تو باقی رہ گئے ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: اے اللہ تعالیٰ کے محبوب آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے۔

رسول اللہ ﷺ: اے ابو ہریرہؓ! نیچے بیٹھ جاؤ۔ اور اس دودھ کے پیالہ کو پینا شروع کر دو۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نیچے بیٹھ کر دودھ کو پینا شروع کر دیتے ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دودھ خوب سیر ہو کر پیتے ہیں جب اکتا جاتے ہیں پھر بس کر دیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ: اے ابو ہریرہؓ! دوبارہ پھر دودھ پیو۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پھر دودھ کے پیالے کو منہ سے لگا لیتے ہیں۔ اور پینا شروع کر دیتے ہیں۔ رسول مکرم ﷺ بار بار ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو پیالہ ہٹانے پر فرماتے (اشرب ، اشرب) اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دودھ بار بار پیو۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: نہیں نہیں یا رسول اللہ ﷺ! اللہ کی قسم! جس نے آپ کو برحق نبی مبعوث فرمایا ہے اب تو میرے پاس مزید دودھ سمانے کی گنجائش نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ: اچھا پھر دودھ مجھے پکڑاؤ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کو دودھ پیش کرتے ہیں آپ اللہ کی حمد بیان فرماتے ہیں۔ اور اللہ کا نام لے کر بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کا بچا کچا دودھ آپ (رحمت دو عالم) پینا شروع کر دیتے ہیں۔ (صحیح بخاری ۷/۱۷۹)



نوٹ: یہ تھا وہ مسکراہٹوں والا پیغمبر جو خود بھوک برداشت کر کے مہربان ماں کی طرح اسلام کے مہمانوں کو پالتا پوستا تھا۔ (شارق)

قصہ کے فوائد

قال اللہ تعالیٰ:

﴿ وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾ (سورۃ الحشر: ۹)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ

''وہ لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) جو خود بھوک برداشت کر کے اپنے اوپر دوسرے مسلمانوں کو فوقیت دیتے ہیں''۔

1. صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ تھے جو خود کو بھوکا رکھنے کی عادت ڈالتے تھے۔ وہ صرف ایمان کی مٹھاس پر اکتفاء کرتے تھے۔ یہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم تھے جنہوں نے کبھی عیش و عشرت کی مٹھاس کو نہیں چکھا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے شہروں کو تلواروں اور نیزوں سے فتح کرنے سے قبل دلوں کو قرآن اور اخلاق کے ذریعہ فتح کیا تھا۔
2. سچے نبی فراست و ذہانت کے اتنے مالک تھے۔ کہ وہ اپنے صحابہؓ کے چہروں کو دیکھتے ہی پڑھ لیتے تھے۔ اپنے پیروکاروں کا ہر لحاظ سے خیال رکھتے تھے (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب آپ نے مجھے دیکھا تو مسکرا پڑے اور میری کیفیت کو فوراً پہچان گئے)۔
3. رسول اللہ ﷺ کا فقراء کی تکریم اور ان کو اپنے گھر میں دعوت دینا۔ یہ سب سے بڑی اس بات کی دلیل ہے کہ حضور اکرم ﷺ فقیروں مسکینوں کا بہت احساس کرتے تھے۔
4. رسول اللہ ﷺ ایسے دانا اور مربی تھے۔ جنہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی پرورش سخاوت اور ایثار کے ساتھ کی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے دل سے نفس پرستی کی محبت کو ختم کر دیا۔ اور فرمایا (جاؤ اہل صفہ کو بلا کر لاؤ)۔ اور یہ سبق سکھا دیا کہ اپنی ذات سے پہلے دوسرے کو کھانا' پینا پیش کرنا چاہیے جیسے فرمایا: (خُذْ فَاعْطِهِمْ) یہ دودھ کا پیالہ پکڑ داور ان سب کو پلاؤ۔

5. نبی اکرم ﷺ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو نرمی سے بار بار (ابـاھُـرّ' ابـاھُـرّ) کے نام سے پکارتے۔ حالانکہ دودھ بہت کم تھا' پینے والے زیادہ تھے' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو پریشانی تو بہت تھی۔ لیکن آپ کی نرمی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی گرمی کو بھسم کر دیتی ہے۔

6. شفیق پیغمبرؐ نے جس طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ سکھایا کہ اپنے سے پہلے اپنے بھائی کو ترجیح دو اس طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو رسول مکرم نے خود پر ترجیح دیتے ہوئے فرمایا: اِشْـرِبْ ، اِشْـرِبْ. ابو ہریرہؓ! دودھ پیو۔ دودھ پیو۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پیٹ بھر جانے کے باوجود نبی ﷺ کے کہنے پر بار بار دودھ پیتے رہے۔ حتیٰ کہ قناعت کرتے ہوئے اور قربانی دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو پیش کر دیا اور کامیاب حکیم کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ مریض کو بار بار دواء دیتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ مریض کو شفاء دے دیتے ہیں۔

7. یہ سنت ہے کہ ہر مسلمان پانی بیٹھ کر پیئے جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا: (اُقْعُدْ فَاشْرِبْ) نیچے بیٹھو پھر دودھ پیو۔

8. اور یہ بھی سنت ہے کہ پانی و دودھ پیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔ اور اللہ کی نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کی جائے۔ اور یہ ایک انوکھی سنت ہے کہ گھر کا مالک سب سے آخر میں پیئے۔



جہاد سے پیچھے رہنے والے

۱۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا جہاد سے پیچھے رہنا
۲۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا جہاد کے بارے متذبذب ہونا
۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند مجاہدوں کو گم پاتے ہیں
۴۔ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میدان تبوک سے واپسی
۵۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ اپنے گناہ کا اعتراف کرتے ہیں
۶۔ پیچھے رہنے والوں کی سزا جدائی
۷۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ چھلانگ لگا کر چچازاد بھائی کے باغ میں
۸۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے بارے بادشاہ غسان کا طمع کرنا
۹۔ پیچھے رہنے والوں کو بیویوں سے الگ رہنے کا آرڈر
۱۰۔ توبہ کی خوشخبری
۱۱۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا خوشخبری دینے والے پر صدقہ کرنا
۱۲۔ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مسرت سے چمکتا ہے
۱۳۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ اپنے مال کا صدقہ پیش کرتا ہے
۱۴۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آئندہ سچائی پر معاہدہ کرتا ہے
۱۵۔ قصہ سے عبرت اور فوائد

جہاد سے پیچھے رہنے والے

كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ يَتَحَدَّثُ عَنْ تَخَلُّفِهٖ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ.

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی آپ بیتی خود بیان فرماتے ہیں۔ جب وہ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔ فرماتے ہیں:

''میں سوائے غزوۂ تبوک کے کسی بھی غزوہ سے پیچھے نہیں رہا۔ سبھی غزوے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر لڑے ہیں۔ غزوہ بدر سے بھی پیچھے رہ گیا تھا۔ لیکن نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ میں پیچھے رہنے والوں کو نہ ڈانٹا۔ یہ غزوہ تو بغیر کسی میعاد مقرر کرنے کے لڑا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان اچانک قریش کے قافلہ کا ارادہ کرتے ہوئے نکلے تھے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ اور آپ کے دشمنوں کو اکٹھا کر دیا۔

میں تو وہ شخص ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لیلۃ عقبہ میں بھی حاضر ہوا تھا جب ہم نے اسلام پر قائم رہنے کا پختہ وعدہ کیا تھا۔ اس بیعت سے بڑھ کر مجھے بدر میں حاضر ہونا زیادہ محبوب نہ تھا۔ اگرچہ بدر کی شہرت بیعت عقبہ سے کہیں زیادہ تھی۔ (بیعت عقبہ) وہ ہے جس میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے اسلام کی مدد کرنے پر بیعت کی یہ ہجرت سے قبل ہوئی۔ (عقبہ یہ منیٰ کی ایک طرف جگہ کا نام ہے جو مکہ کی جانب واقعہ ہے اس کے ساتھ ہی جمرہ عقبہ ہے۔ جس کو کنکریاں ماری جاتی ہیں)۔



حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا جہاد سے پیچھے رہنا

کعب رضی اللہ عنہ: میرے پیچھے رہنے کی خبر یہ ہے کہ غزوہ تبوک میں جب میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جانے سے پیچھے رہ گیا تھا۔ حالت میری یہ تھی کہ ان دنوں میں بہت ہی طاقت ور تھا اور میرے پاس بہت ساز و سامان تھا۔

اللہ کی قسم! تیاری کا یہ عالم تھا کہ میں نے غزوہ تبوک کے لیے سپیشل دو سواریاں تیار کر رکھی تھیں۔ اتنی سواریاں پہلے کبھی کسی غزوہ میں اکٹھی نہ کی تھیں۔ ان دنوں اس غزوہ کے علاوہ رسول ﷺ نے کسی کا ارادہ نہ کیا تھا۔

آخر غزوہ تبوک شروع ہوا رسول اللہ ﷺ نے اس غزوہ میں شدید گرمی، دور کے سفر، چٹیل میدانوں اور بہت سے دشمنوں کا دلیری سے سامنا کیا۔ لہٰذا مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ آخر کار واپسی کے لیے انہوں نے تیاری شروع کر دی۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بے شمار مسلمان تھے جن کی تعداد کو اگر کوئی شمار کر کے دیوان لکھنا چاہتا تو حافظ کتاب لکھنے والا بھی شمار نہ کر سکتا تھا۔

کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نہ آئی اس وقت تک ہر ایک یہ سمجھتا رہا کہ لشکر بہت زیادہ ہے لہٰذا میں اگر غیب بھی ہو گیا تو میرا پتہ نہ چلے گا۔ اور رسول اللہ ﷺ اس غزوہ میں خوب عمدہ طریقے سے لڑے۔

ہمارا یہ خیال تھا کہ جب پھل اور سائے خوش نما ہو گئے تو پھر ہم جائیں گے۔ (مراد جب فتح مل گئی غنائم کے راستے ہموار ہو گئے تو پھر حاضر ہوں گے)۔



کعب رضی اللہ عنہ کا جہاد کے بارے متذبذب ہونا

سبھی مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خوب تیار ہو گئے۔ میں صبح کی اُمیدیں رکھتے ہوئے باقی لوگوں کے ساتھ تیاری کرنے لگا۔ پس میں گھر آیا لیکن ابھی کوئی تیاری نہ کی تھی دل میں یہ کہا تھا کہ میں جب بھی تیاری کا ارادہ کروں گا میں اسی وقت فوری تیار ہو جاؤں گا۔ میں انہی سوچوں کا شکار رہا حتی کہ سبھی لوگ چل پڑے۔ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم سب مل کر علی الصبح سفر جہاد شروع کر دیتے ہیں۔ لیکن ابھی میں نے اپنی تیاری کا کچھ فیصلہ نہ کیا تھا۔ اگلی صبح پھر میں آیا لیکن پھر بھی تیاری نہ کی۔ اس خود اعتمادی نے مجھے یہاں تک پہنچا دیا کہ لوگ سبھی جلدی سے میدان جنگ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ میں نے یہ فیصلہ کیا کہ کوئی بات نہیں میں اگر چہ بعد میں تیار ہو جاؤں گا۔ لیکن ان کے ساتھ ضرور مل جاؤں گا۔ لیکن افسوس میں یہ تیاری کر ہی لیتا۔ یہ میرے مقدر میں بات نہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چلے جانے کے بعد میں جب بھی لوگوں میں نکلتا تو مجھے یہ بات غم میں ڈالتی تھی کہ میں تو صرف ایسے آدمی کا طریقہ اختیار کر چکا ہوں جس کو لوگ منافق کہتے ہیں یا وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے معذور قرار دیا ہوا ور ضعفاء کی صف میں شامل کیا ہو۔



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چند مجاہدوں کو گم پانا

کعب رضی اللہ عنہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میدان تبوک میں پہنچے تو اس وقت مجھے یاد کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: (قوم میں بیٹھتے ہوئے) کعب رضی اللہ عنہ نے کیا کیا؟

بنی سلمۃ کا آدمی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس کو تو عنفوان شباب اور جدید ثیاب (کپڑے) نے روک لیا ہے۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ: بنی سلمۃ کے آدمی کو فرماتے ہیں۔ ایسی بات کہنا بہت برا ہے' جو تو نے کہی ہے۔ اللہ کی قسم! ہم تو کعب رضی اللہ عنہ میں ہمیشہ اچھے ارادے جانتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ خاموش ہو جاتے ہیں۔ اچانک وہ سفید پوش آدمی کو دیکھتے ہیں۔ جس کے آنے کی وجہ سے غبار اڑتی نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول فرماتے ہیں یا الٰہی آنے والا ابوخیثمہ ہو' اچانک وہ ابوخیثمہ انصاری رضی اللہ عنہ ہی ہوتا ہے۔ ابوخیثمہ انصاری وہ صحابی رضی اللہ عنہ ہے جس کو کھجوروں کا ایک صاع صدقہ کرنے پر منافقوں نے طعنہ دیا تھا اور عیب جوئی کی تھی۔



رسول اللہ ﷺ کی میدانِ تبوک سے واپسی

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب مجھے یہ اطلاع ملی کہ رسول اللہ ﷺ جنگ تبوک سے واپس آ رہے ہیں۔ تو مجھے میرا غم لاحق ہو گیا۔ میں جھوٹے حیلے بہانے یاد کرنے لگا۔ اور جب مجھے پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ تو بالکل قریب آ گئے ہیں۔ جو بھی جھوٹ میرے دل میں آیا تھا وہ بھی زائل ہو گیا۔ تو میں نے یہ ارادہ کر لیا کہ جھوٹ رسول اللہ ﷺ کے سامنے نہیں بولوں گا میں سچائی کو واضح کروں گا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ آ ہی گئے۔ رسول اللہ ﷺ کی عادتِ مبارکہ تھی جب بھی کسی سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے مسجد میں تشریف لاتے۔ اور دو رکعت نماز ادا کرتے۔ پھر لوگوں میں بیٹھ کر گفتگو فرماتے۔ آپ ﷺ بیٹھے ہوئے ہی تھے کہ جو جہاد سے پیچھے رہنے والے تھے وہ طرح طرح کی آ کر معذرتیں کرنے لگے اور ہر قسم کی قسمیں اٹھانے لگے۔ ان کی تعداد (۸۰) اسی سے کچھ زائد تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی ظاہری باتوں کو قبول فرمایا۔ اور بیعت کرتے ہوئے ان کو معاف فرما دیا۔ باقی مخفی رازوں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا۔

کعب رضی اللہ عنہ اپنے گناہ کا اعتراف کرتے ہیں

کعب رضی اللہ عنہ: فرماتے ہیں سبھی کے معذرت کرنے کے بعد میں بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آنحضرت ﷺ کو سلام عرض کیا۔ جب میں نے سلام کہا تو آپ مجھے دیکھ کر غصے کی حالت میں مسکرائے۔ پھر آپ نے فرمایا کعب رضی اللہ عنہ آ جاؤ۔ میں چل کر ان کے آگے آ کر بیٹھ جاتا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ: (غصے میں اور ڈانٹتے ہوئے) کہتے ہیں تجھے کس چیز نے پیچھے چھوڑا۔ کیا تو نے سواری نہیں خریدی تھی؟

کعب رضی اللہ عنہ: (سچ بولتے اور اعتراف کرتے ہوئے) کیوں نہیں! اللہ کی قسم! اگر میں آپ کے علاوہ کسی دنیادار آدمی کے پاس ہوتا تو ضرور عذر کے ذریعے اس کے غصے سے نکل جاتا۔ گفتگو و تکرار میں میں خوب مہارت رکھتا ہوں۔ لیکن اللہ کی قسم! مجھے علم ہے اگر آج میں آپ کے سامنے جھوٹ بیان کروں' آپ تو خوش ہو جائیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جلد آپ کو میرے راز کی حقیقت پر آگاہ کر دیں گے جو میرے ساتھ آپ کی ناراضگی کا سبب بنے گا۔

اور اگر میں سچ بیان کرتا ہوں۔ تو آپ مجھ پر ناراض ہوں گے۔ بس بات یہ ہے کہ میں اللہ سے معافی کی امید رکھتا ہوں۔ اللہ کی قسم! میرا کوئی عذر نہیں ہے۔

مجھ سے بڑھ کر کوئی طاقتور اور غنی نہیں تھا۔ جب میں آپ کے ساتھ جانے سے رہ گیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ: یہ تو آپ کا سچ ہے' اب آپ ایسا کریں کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا انتظار کریں۔ چند آدمی بنی سلمہ قبیلہ کے کھڑے ہو کر کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔

کعب رضی اللہ عنہ کی قوم: اللہ کی قسم جتنا آج آپ نے گناہ کیا ہے اس سے قبل ہم نے آپ کا کوئی گناہ نہ دیکھا۔ تو اتنا ہی عاجز ہو گیا ہے کہ دوسروں کی طرح تو بھی عذر بیان نہ کرے؟ تجھے تو تیرے گناہ کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درگزر ہی کافی تھی۔

کعب رضی اللہ عنہ: فرماتے ہیں کہ بنی سلمہ کے لوگ مجھے بار بار عذر نہ کرنے پر ملامت کرتے رہے۔ حتیٰ کہ میں نے ارادہ کیا کہ دوبارہ جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھوٹ بولوں۔

کعب رضی اللہ عنہ اپنی قوم کو: کیا کوئی اور بھی اس معاملہ میں میرے ساتھ ہے؟

قوم کعب رضی اللہ عنہ: ہاں ہاں! کیوں نہیں۔ تیرے ساتھ اور دو آدمی ہیں وہ بھی آپ کی طرح کا ذہن رکھتے ہیں۔

کعب رضی اللہ عنہ: وہ دو آدمی کون ہیں؟

قوم: وہ مرارۃ بن ربیع عمری رضی اللہ عنہ اور ہلال بن امیہ واقفی رضی اللہ عنہ ہیں۔

کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میری قوم نے میرے سامنے ایسے دو آدمیوں کا تذکرہ کیا۔ جو کہ نیک ہونے کے ساتھ ساتھ جنگِ بدر میں بھی شامل ہوئے تھے۔ یہ تو صاحب کردار شخص تھے۔ جب میں نے یہ سنا تو چل دیا۔



پیچھے رہنے والوں کی سزا، جدائی

کعب رضی اللہ عنہ: فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبھی مسلمانوں کو ہمارے ساتھ ہم کلام ہونے سے منع کر دیا۔ ہم تینوں سے بائیکاٹ ہو گیا۔ لوگ ہم سے بچنے لگے اور سبھی ہمارے لیے غیر بن گئے۔ میرے نفس میں اتنا تغیر پیدا ہو گیا' زمین پر چلنے کے باوجود میں یہ نہ جان سکا یہ آیا وہی زمین ہے۔ یہ ہماری کیفیت پچاس راتیں رہی۔ میرے دوسرے دو ساتھی تو بہت کمزور ہو گئے اور اپنے اپنے گھر میں بیٹھ کر رونے

لگے۔ میں تو خیر قوم کا جنا تھا سبھی سے پاور والا تھا۔ میں باقی مسلمانوں کے ساتھ مسجد میں جا کر نماز پڑھتا تھا اور بازاروں میں آتا جاتا تھا۔ لیکن کوئی مجھ سے بات نہ کرتا تھا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بھی آتا تو سلام عرض کرتا تھا۔ آپ نماز کے بعد مجلس میں براجمان ہوتے تھے میرا ہمیشہ یہ دلی خیال تھا کہ میں سلام کرتا ہوں آیا رسول اللہ ﷺ کے ہونٹ مبارک سلام کے جواب میں حرکت میں آتے ہیں یا نہیں۔ میں آپ کے بالکل قریب نماز پڑھتا اور چوری کی نظر سے آپ کو دیکھتا تھا۔ جب میں اپنی نماز کی طرف متوجہ ہوتا تو حضور مکرم ﷺ میری طرف دیکھتے اور جب میں ان کی طرف دیکھتا تو آقا علیہ السلام اپنی نظر کو مجھ سے پھیر لیتے تھے:

يَـا قَـلْـبُ صَبْـرًا عَلٰى هَجْرِ الْاَحِبَّةِ لَا
تَـجْـزَعْ لِـذَاكَ فَبَـعْـضُ الْهَـجْرِ تَادِيْبُ

شاعر یوں نقشہ کھینچتا ہے۔ کہتا ہے:

"اے دل! محبوب کی جدائی پر صبر کر۔ اس معاملہ سے گھبرا نہیں۔ کیونکہ کہ بعض دفعہ جدائی ادب سکھانے کے لیے ہوتی ہے"۔

— ❊ —

حضرت کعب رضی اللہ عنہ چھلانگ لگا کر چچا زاد بھائی کے باغ میں

کعب رضی اللہ عنہ: فرماتے ہیں۔ جب مسلمانوں کی بے رخی طوالت اختیار کر گئی۔ تو پھر میں ایک طرف چل پڑا۔ حتیٰ کہ میں اپنے چچا زاد بھائی ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پھلانگ کر باغ میں داخل ہو گیا۔ اور ابی قتادہ رضی اللہ عنہ تمام لوگوں میں سے مجھے زیادہ پیارے تھے۔ جاتے ہی میں نے ان پر سلام عرض کیا لیکن اللہ کی قسم! انہوں نے مجھے سلام کا جواب نہ دیا۔

میں نے کہا: اے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ! میں تجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں تو خوب

جانتا ہے کہ مجھ سے بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کوئی محبت کرنے والا نہیں ہے۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ خاموش رہے' میں نے پھر یہ سوال دوہرایا اور اللہ کا واسطہ دیا' وہ خاموش رہے۔ پھر واسطہ دیا اور سوال دہرایا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ پس فرماتے ہیں۔ اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں (مایوسی کے عالم میں) میری آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں اور میں باغ کی دیوار پھلانگ کر واپس چلا گیا۔



بادشاہ غسان کا کعب رضی اللہ عنہ کے بارے طمع کرنا

کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دفعہ میں مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا اچانک اہل شام کے نبطیوں سے ایک نبطی (کھیتی باڑی کرنے والا) مدینہ میں کھانا فروخت کرنے کے لیے کھانا لے کر آیا۔ اور یہ کہہ رہا تھا کہ کیا کوئی مجھے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے بتا سکتا ہے۔ تو لوگ مجھے دیکھ کر میری طرف اشارے کرنے لگے۔ حتیٰ کہ نبطی میرے پاس آیا اور مجھے بادشاہ غسان کی طرف سے ایک خط پیش کرتا ہے (بادشاہ غسان مذہباً عیسائی تھا) میں خط خوب پڑھنا جانتا تھا۔ لہٰذا میں نے خط پڑھا جس میں یہ لکھا تھا:

امابعد! ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ کے ساتھی (مراد رسول اللہ ﷺ) نے آپ سے بے رخی اختیار کی ہے۔ اللہ تجھے ذلت اور جنگل بیابان والے گھر میں نہ کرے ہمارے ساتھ مل جاؤ ہم تمہاری خیر خواہی کریں گے"۔

کعب رضی اللہ عنہ: جب میں نے یہ خط پڑھا تو میں نے اس کو تنور میں جلا کر راکھ کر دیا کیونکہ یہ بھی میرے لیے ایک آزمائش تھی۔



پیچھے رہنے والوں کو بیویوں سے الگ رہنے کا حکم

کعب رضی اللہ عنہ: فرماتے ہیں: جب پچاس راتوں میں سے چالیس راتیں گزر گئیں تو رسول مکرم ﷺ کی طرف وحی آنے کی دیر ہوگئی۔ رسول اللہ ﷺ کا سفیر میرے پاس آتا ہے۔

نبی مکرم ﷺ کا سفیر: اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے تجھے یہ حکم دیا ہے۔ کہ اپنی بیوی سے الگ ہو جاؤ؟۔

کعب رضی اللہ عنہ: کیا میں اس کو طلاق دے دوں یا کیا کروں؟

نبی کریم ﷺ کا سفیر: نہیں نہیں! صرف اپنی بیوی سے الگ ہو جاؤ اس کے قریب مت جاؤ۔

کعبؓ اپنی بیوی سے: جاؤ اپنے والدین کے پاس چلی جاؤ۔ جب تک اللہ تعالیٰ اس معاملہ میں فیصلہ نہ کریں۔ اس وقت تک ان کے پاس ٹھہرنا۔

(چنانچہ نبی مکرم ﷺ ہلال رضی اللہ عنہ اور مرارہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھی سفیر بھیجتے ہیں کہ وہ بھی اپنی بیویوں سے الگ ہو جائیں۔ ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کے پاس آتی ہے)۔

ہلال رضی اللہ عنہ کی بیوی: اے اللہ کے رسولؐ! وہ تو کسی شی کی طرف حرکت نہیں کر سکتا۔ اور اللہ کی قسم! (ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ) اس معاملہ کے بارے روتا رہا یہاں تک کہ معافی مل گئی۔

اہل کعب رضی اللہ عنہ: نے کعب رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر تو بھی رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیوی کے بارے اجازت طلب کرے۔ تو تجھے ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی طرح اجازت مل جائے گی۔ جیسے اس کی بیوی کو خدمت کرنے کی اجازت مل گئی ہے۔

کعب رضی اللہ عنہ: میں اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے اجازت نہیں لوں گا اور

نہ مجھے ضرورت ہے۔ کیونکہ میں اجازت مانگوں گا تو رسول
اللہ ﷺ کیا فرمائیں گے میری بیوی کے بارے۔ حالانکہ میں
جوان آدمی ہوں۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ اسی حالت میں دس راتیں گزار دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ پچاس راتیں ہمارے بائیکاٹ کی مکمل ہو جاتی ہیں۔

— ❋ —

توبہ کی خوشخبری

کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پچاس راتوں تک میں اپنے گھروں میں سے ایک گھر کی چھت پر صبح کی نماز پڑھنے کے بعد بیٹھ کر اللہ کا ذکر کر رہا تھا۔ میرا نفس بہت ہی پریشان اور تنگ ہو گیا اور وسیع زمین کشادہ ہونے کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی۔ میں نے چلانے والے کی آواز سنی جو کہ پہاڑ کی دراڑ پر چڑھتے ہوئے بیانگ دہل اعلان رہا تھا (یا کعب بن مالک ابشر) اے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ (تیرے لیے خوشخبری آ گئی) اور رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اللہ کی طرف سے توبہ کی اجازت دے دی ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ نے صبح کی نماز پڑھی۔ لوگ جوق در جوق ہمیں آ کر خوشخبری دینے لگے۔ میرے ساتھ والے دو ساتھیوں کو بھی خوشخبری دینے لگے۔ ایک آدمی گھوڑے کو ایڑھ لگاتا ہوا میری طرف بڑھا (گھوڑے کو تیز دوڑاتا ہوا) اسلم قبیلہ سے ایک آدمی دوڑتا ہوا میری جانب بڑھا اور پہاڑ پر چڑھ گیا' اس کی آواز گھوڑے کی رفتار سے بھی زیادہ تھی۔

— ❋ —

کعب رضی اللہ عنہ کا خوشخبری دینے والے پر صدقہ کرنا

کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب خوشخبری دینے والا جس کی آواز کو میں نے سنا تھا

میرے پاس آیا تو میں نے اس کو اپنے دو کپڑے اتار کر اس کے بشارت دینے کی وجہ سے پہنا دیئے۔ اور اللہ کی قسم! ان دونوں کپڑوں کے سوا ان دنوں میرے پاس اور کوئی کپڑا نہ تھا۔ آخر میں نے دو کپڑے اور ادھار لے کر پہنے اور رسول اللہ ﷺ کا قصد کرتے ہوئے چل پڑا۔ لوگ مجھے فوج در فوج ملتے اور توبہ کی مبارک باد دیتے اور کہتے۔ (لِتَهْنِكَ تَوْبَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ) تجھے مبارک ہو تجھ پر اللہ کی توبہ ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ میں مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ لوگوں کے درمیان بیٹھے تھے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور جلدی سے بڑھتے ہوئے مجھ سے مصافحہ بھی کیا اور مجھے مبارک بھی دی اور اللہ کی قسم طلحہ کے علاوہ کوئی آدمی مہاجروں میں سے کھڑا نہ ہوا کعب رضی اللہ عنہ نے طلحہ رضی اللہ عنہ کا یہ احسان پوری زندگی فراموش نہ کیا۔



رسول مکرم ﷺ کا چہرہ مسرت سے چمکتا ہے

کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کیا تو آپ کا چہرہ انور خوشی و سرور میں چمک رہا تھا۔ (اور فرمایا)

''خوش ہو جاؤ۔ بہترین دن کے آنے پر جب سے تیری ماں نے تجھے جنم دیا ایک بار یہ دن تجھ پر آیا ہے''۔

کعب رضی اللہ عنہ: کیا یہ خوشخبری اللہ کی جانب سے ہے یا اے اللہ کے رسول ﷺ یا آپ کی طرف سے؟۔

رسول اللہ ﷺ: نہیں نہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور رسول مکرم ﷺ کی یہ عادتِ مبارکہ تھی جب بھی ان کو کوئی خوشخبری سنائی جاتی تو آپ کا چہرہ انور اتنا چمکتا محسوس ہوتا تھا جیسے کہ چاند کا ایک ٹکڑا ہے اور یہ آپ کے چہرے کی رونق ہم بھی پہنچانتے تھے۔



کعب رضی اللہ عنہ اپنے مال کا صدقہ پیش کرتا ہے

حضرت کعب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں۔

کعب رضی اللہ عنہ: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی توبہ کی وجہ سے اپنے سارے مال کا صدقہ کرتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اے کعبؓ! سارا نہیں بلکہ کچھ مال اپنے لیے رکھ لو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

کعب رضی اللہ عنہ: اچھا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پھر میں اپنا خیبر والا حصہ اپنے پاس رکھ لیتا ہوں۔



کعب رضی اللہ عنہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آئندہ سچائی پر معاہدہ کرتا ہے

کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اے اللہ کے رسولؐ! اللہ تعالیٰ نے مجھے سچائی کے ذریعہ نجات دی ہے میں نے اپنی توبہ میں صدق و سچائی سے کام لیا اور اس پر ہی گامزن رہا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سچ بولنے کی توفیق دی جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی آزمائش میں بہت عمدہ رہی۔ اللہ کی قسم! میں نے آج تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھوٹ بولنے کا ارادہ تک نہیں کیا۔ میری یہی امید تھی کہ اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دوں' وہی میری حفاظت کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی:

﴿ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ

بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴾

﴿ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴾

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴾

(التوبۃ: ۱۱۷_۱۱۹)

''اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین اور انصار کے حال پر بھی' جنہوں نے ایسی تنگی کے وقت پیغمبر کا ساتھ دیا۔ اس کے بعد ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل پیدا ہو گیا۔ پھر اللہ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی بلاشبہ اللہ سب پر بہت شفیق ومہربان ہے''۔

''اور تین شخصوں کے حال پر بھی توجہ فرمائی جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ زمین اپنی فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور وہ خود بھی جان سے تنگ آ گئے۔ اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی سوائے اس کے کہ ہم اسی کی طرف رجوع کریں۔ پھر اللہ نے ان کے حال پر توجہ دی۔ تاکہ وہ آئندہ توبہ کر سکیں۔ بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

''اے ایمان والوں اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو''۔

کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کا مجھے اسلام کی ہدایت دینے کے بعد کوئی ایسی بڑی نعمت عنایت نہ فرمائی جو میرے ہاں بڑی ہو اس نعمت سے جو میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سچ بیان کیا اور جھوٹ بولنے سے باز رہا۔ اگر میں جھوٹ بولتا تو پہلے لوگوں کی طرح ہلاک ہو جاتا جو جھوٹ بولنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولنے والوں کے بارے میں فرمایا۔ جب وحی نازل ہوئی تو ان لوگوں کے بارے بہت برا فرمایا:

﴿ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ اِنَّهُمْ رِجْسٌ وَّ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ (التوبة : ٩٥ ـ ٩٦)

''ہاں وہ اب تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے۔ جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے۔ تاکہ تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو۔ سو تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو۔ وہ لوگ بالکل گندے ہیں۔ اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اس کے بدلے جو انہوں نے کیا۔ یہ اس لیے قسمیں کھائیں گے کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ۔ سو اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو اللہ ایسے فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوتا''۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ ہم ہی تینوں آدمی پیچھے رہنے والے تھے جن سے رسول اللہ ﷺ نے قسمیں قبول فرمائیں جب انہوں نے قسمیں اٹھائیں۔ پس ان سے رسول اللہ ﷺ نے بیعت کی اور ان کے لیے معافی طلب کی۔ رسول اللہ ﷺ ہمارے بارے مغفرت کی امید رکھتے تھے۔

حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا:

﴿ وَ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ﴾ (التوبة : ١١٨)

''اللہ تعالیٰ نے پیچھے رہنے والے تین آدمیوں سے بھی درگزر فرمایا''۔

ہمارے علاوہ اللہ تعالیٰ نے کسی اور کا پیچھے رہنے کا ذکر نہیں کیا۔ پیچھے رہنے والے صرف ہم ہی تھے۔ (جن کا آیت کریمہ میں تذکرہ ہے' یہ بھی ایک سعادت ہے)۔



فوائد قصہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَ مَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ﴾ (التوبة : ١٢٠)

''اہل مدینہ میں سے کسی کے لائق نہیں ہے اور نہ ارد گرد رہنے والے بدوؤں کے لائق ہے کہ وہ رسول اللہ (ﷺ) کے ساتھ جانے سے پیچھے رہیں''۔

❶ مسلمانوں کے لیے، یہ جائز ہے کہ وہ اپنے گناہ کو توبہ کرنے کے بعد بیان کریں جیسے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کیا تاکہ توبہ کرنے پر مزید شجاعت حاصل ہو۔ خاص کر جب کوئی لوگوں کی نظر میں واضح گناہ ہو۔ (اس وقت بیان کرنا چاہئے)۔

ہاں وہ گناہ جس کا ارتکاب مسلمان نے مخفی کیا ہو یا ظاہری کیا ہو لیکن اس سے توبہ نہ کی ہو تو ایسے گناہ کو بیان کرنا جائز نہیں ہے۔ تاکہ یہ سن کر کوئی اور نہ جسارت کرے۔ اگر ایسا گناہ لوگوں کو بتائے گا تو یہ (مجاہرہ) ہوگا (مراد اپنے گناہ پر دوسروں کو مطلع کرنے والا) کیونکہ رسول اللہ نے فرمایا:

كُلُّ أُمَّتِي مَعَافِي اِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ. (متفق علیه)

''میری ساری امت بخشی جائے گی۔ سوائے ان لوگوں کے جو اپنے گناہوں کو دوسروں کے سامنے عیاں کرتے ہیں''۔

کعب رضی اللہ عنہ کی مثال ایسے آدمی کی مثال ہے جس کو خطرناک بیماری کا حادثہ پیش آیا ہو۔ ڈاکٹر نے اس کا کامیاب جدید قسم کی سرجری سے علاج کیا ہو اور اس پر بعض کھانوں کو حرام قرار دیا ہو۔ تو وہ مریض ڈاکٹر کے مشورہ کو قبول کرتا ہے۔ اور حرام کردہ کھانے نہ کھانے پر صبر کرتا ہے۔ جب تک وہ شفایاب نہیں ہوتا اس وقت

تک وہ قیاس آرائیں کرتا ہوا صبر کرتا ہے۔ کیا یہ زیادہ مفید ہے یا صبر اور اطاعت کا پہلو زیادہ ٹھیک ہے؟

2. بعض دفعہ انسان کے پاس جہاد کرنے کے لیے مال و اسباب وافر مقدار میں موجود ہوتے ہیں اس کے باوجود کبیرہ گناہ کا ارتکاب کر لیتا ہے۔ یہ صورت اس وقت پیش آتی ہے جب انسان سستی اور کاہلی اور جلد بازی کی محبت کو دعوت دینے والے اسباب کو لبیک کہہ دیتا ہے۔ جیسے کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے رویہ اپنایا۔ اور بعض دفعہ انسان کے پاس جہاد کرنے کے لیے اسباب تو نہیں ہوتے لیکن جہاد کرنے کی حرص اور محبت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ جیسے فقیر لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے۔ تاکہ آپ ان کو جہاد کرنے کے لیے سواریاں دیں۔ ان کے پاس سواری کے لیے کوئی چیز نہ ہوتی تھی اور نہ آپ کے پاس موجود ہوتی جس کی وجہ سے فقراء روتے روتے واپس آ جاتے تھے۔ لیکن ان کی نیت خالص دیکھتے ہوئے اللہ ان کے لیے سواریاں تیار کر دیتے تھے۔ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سواریوں پر سوار کر کے میدان میں بھیج دیتے۔

3. مومن سے جب کوئی اس کا واجب کام رہ جاتا ہے تو مومن بہت تکلیف محسوس کرتا ہے جیسا کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (مجھے میرے معاملہ نے پریشان کر دیا ہے میں تو ایسا آدمی ہوں جو کہ منافق کا سا کردار رکھتا ہو یا جن کو اللہ نے معذور قرار دیتے ہوئے کمزوروں میں شمار کیا ہو)۔

4. مومن آدمی ہمیشہ اپنے بھائی کا دفاع کرتا ہے اس کو دھوکا نہیں دیتا۔ پس معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو کہا (یہ بری بات ہے جو تو نے کعب کے بارے کہی ہے۔ اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہم نے ہمیشہ کعب رضی اللہ عنہ میں اچھائی کو ہی جانا ہے)۔

5. قطع رحمی اور بائیکاٹ جیسا علاج کامیاب ہے۔ ان لوگوں کے لیے جو سیدھی راہ سے پھرتے ہیں۔ جو بائیکاٹ کرنے کے بارے نہی وارد ہوئی ہے۔ یہ دنیا میں چند ایام کا

بائیکاٹ ہے اور یہ صرف تسلی دلانے کے لیے ہے۔ (تاکہ لوگ سنبھل جائیں)

❻ صحابہ رضی اللہ عنہم سبھی کے سبھی اپنے قائد کی طاعت کرتے تھے۔ اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو نافذ کرتے تھے۔ اسی بنا پر کعب رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بیٹے نے کعب رضی اللہ عنہ کے سلام کا جواب نہ دیا۔ اور جب شاہِ غسان کا خط آیا اور خط لانے والا کعب رضی اللہ عنہ کے بارے ہر ایک سے سوال کر رہا تھا۔ لیکن کسی ایک نے کعب رضی اللہ عنہ کے بارے زبان سے نہ بتایا۔ بلکہ اشارہ کے ساتھ کعب رضی اللہ عنہ کے بارے نبطی کو بتایا (یہ اطاعت کا عالم تھا) اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ نہیں رہے تھے۔ (لیکن پھر بھی الگ رہ کر اطاعت کرتے تھے)۔

❼ مومن کامل کبھی اپنے دین کو نہیں بیچتا اگرچہ اس کو دنیا کی بادشاہت کی پیشکش کی جائے۔ جب عیسائی بادشاہ کا خط آیا جو کہ کعب رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ ملنے کی پیش کش کر رہا تھا لیکن کعبؓ نے اس کو آزمائش سمجھا اور خط جلا دیا۔

❽ جدائی کا علاج صرف عوام الناس سے ہی متعلقہ نہ تھا۔ بلکہ گھر میں بھی جدا رہنے کا حکم تھا۔ جیسے پیچھے رہنے والوں کو اپنی بیویوں سے جدا ہونے کا حکم دیا گیا۔ بعض دفعہ جہاد سے روکنے والی اشیاء میں باقی رہنے والی بیوی کی محبت اور ذاتی خواہشات آڑے آ جاتی ہیں۔

❾ خوشی کے وقت سجدہ کرنا' اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا۔ جیسے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے سجدہ کیا (درست اور مشروع ہے)۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی عادتِ مبارکہ تھی۔ جب کوئی خوشی کی خبر آتی یا خوشی کا موقعہ آتا تو آپ اللہ کے حضور سجدے میں گر پڑتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے۔



واقعہ سردار اہل یمامہ کے اسلام کا

رسول اللہ ﷺ نے اپنا ایک گروہ نجد (یمامہ) کی طرف بھیجا۔ یہ گروہ ایک بنی خلیفہ کے آدمی کو پکڑ کر لے آتا ہے۔ جس کو (ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ) سردار اہل یمامہ کہا جاتا ہے۔ صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم نے ثمامہ رضی اللہ عنہ کو مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ رسول اللہ ﷺ (ثمامہؓ) کی طرف آتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ: تیرے خیال میں میں آپ سے کیا کرنے والا ہوں اے ثمامہؓ؟

ثمامہ رضی اللہ عنہ: میرا خیال بہت اچھا ہے۔ اے محمدؐ! اگر تو مجھے قتل کرے گا تو تو حقدار ہے قتل کر سکتا ہے اور اگر تو چھوڑ دے گا تو اس احسان کا تیرا شکریہ ادا کیا جائے گا اور اگر تو مال کا ارادہ رکھتا ہے تو پھر سوال کر جتنا مانگے گا اتنا دیا جائے گا۔

(رسول اللہ ﷺ نے ثمامہ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا حتی کہ دوسرا دن آیا)

رسول اللہ ﷺ: دوبارہ پھر ثمامہ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر فرماتے ہیں: آپ کے خیال میں میں کیا کرنے والا ہوں اے ثمامہؓ؟

ثمامہ رضی اللہ عنہ: میرا خیال اے محمدؐ! بہت اچھا ہے۔

رسول اللہ ﷺ: اے ثمامہ (رضی اللہ عنہ)! تیرے خیال میں میں آپ سے کیا سلوک کرنے والا ہوں؟

ثمامہ رضی اللہ عنہ: میرے خیال میں وہ ہی ہے جو میں نے آپ کے لیے کہا۔ اگر آپ احسان فرمائیں گے تو احسان کا بدلہ دیئے جاؤ گے۔

رسول اللہ ﷺ (صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرماتے ہیں) ثمامہ کو چھوڑ دو؟

صحابہ رضی اللہ عنہم ثمامہ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ثمامہ رضی اللہ عنہ چلتا چلتا ایک نخلستان

جو کہ مسجد کے قریب واقع ہوتا ہے' میں پہنچ جاتے ہیں۔ وہاں غسل فرماتے ہیں پھر دوبارہ آ کر مسجد میں حاضر ہو جاتے ہیں اور پکار اٹھتے ہیں:

ثمامہ رضی اللہ عنہ: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ يَا مُحَمَّدُ.

ثمامہ رضی اللہ عنہ کلمہ پڑھ کر کہتا ہے: اے محمدﷺ! اللہ کی قسم! اس زمین پر مجھ کو آپ کے چہرے سے بڑھ کر کوئی چہرہ برا نظر نہیں آتا تھا۔ اب تو آپ کا چہرہ سبھی چہروں سے مجھے محبوب تر لگتا ہے۔ اور اللہ کی قسم! پہلے آپ کے دین سے بڑھ کر مجھے کوئی دین قبیح محسوس نہ ہوتا تھا۔ اب تو سبھی ادیان سے بڑھ کر آپ کا دین مجھے پیارا لگتا ہے۔ اور ایسے ہی اللہ کی قسم! آپ کے شہر جیسا دنیا میں کوئی برا شہر نہ تھا اب تو آپ کا شہر باقی شہروں کی نسبت میرے دل میں محبت بن کر بیٹھ گیا ہے۔ اور آپ کے بھیجے ہوئے لشکر نے مجھے پکڑ لیا تھا۔ جب کہ میں عمرہ کرنے کی نیت لے کر آیا تھا' اب آپ کا کیا فرمان ہے میرے عمرہ کے بارے میں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' ثمامہ رضی اللہ عنہ کو اس کی کامیابی کی بشارت دیتے ہیں اور اس کو حکم فرماتے ہیں کہ جاؤ عمرہ کرو ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ مکہ کی طرف چل پڑتے ہیں۔

مشرک: (ثمامہ رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں) کیا تو بے دین ہو گیا ہے (اپنے آباؤ واجداد کا دین ترک کر دیا ہے)

ثمامہ رضی اللہ عنہ: نہیں نہیں (میں تو دین سے خارج نہیں ہوا' اصل بات یہ ہے کہ بتوں کی عبادت قطعاً دین نہیں ہے) بلکہ میں تو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لایا ہوں' اور اللہ کی قسم! اب اس وقت تک یمامہ کی زمین سے آپ کو ایک گندم کا دانا بھی نہ ملے گا۔ جب تک مجھے اس بارے رسول اللہ ﷺ آرڈر نہ فرمائیں۔

(مسلم ۱۷۶۴ فی الجهاد' بخاری میں مختصر ہے)

فوائد قصہ

❶ کافر کو مسلمانوں کی عبادت اور ان کے اخلاق سے آگاہ کرنے کے لیے مسجد میں باندھا جا سکتا ہے۔

❷ کافر قیدی پر بھی احسان کرنا چاہیے اور بڑے آدمی کی معافی کے معاملہ میں تکریم سے کام لینا چاہیے۔

❸ اسلام لانے کے وقت غسل کرنا شرعاً ضروری ہے۔

❹ قیدیوں میں سے کوئی قیدی اگر اسلام کی چاہت رکھتا ہے تو اس سے نرمی کرنی چاہیے۔ خاص کر ایسے آدمی سے جس کے مسلمان ہونے سے کثیر تعداد لوگوں کی اسلام لا سکتی ہے۔ (جیسے ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ جو کہ اپنی قوم کے قائد تھے)۔

❺ کفار کے علاقوں میں فوج بھیجنا شرعاً جائز ہے (اور ان کے رازوں سے مطلع ہونا اور ان کی خبر گیری کرنا بھی جائز ہے) ایسے ہی کسی کافر کو قید کر کے لانا اور اس کو قتل کرنے یا زندہ رکھنے میں خود مختاری سے کام لینا بھی جائز ہے۔ (فتح الباری ج ۸/ ۷۷)

❻ مشرک لوگ جب کوئی مسلمان ہو جاتا تو اس کو (صابی) بے دین کے نام سے پکارتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اس نے اپنے آباء کے دین کو چھوڑ دیا ہے۔ جو کہ اس کے علاوہ اولیاء کو بھی پکارتے تھے تاکہ لوگوں کو اسلام سے پھیر دیں اور اس آدمی کی مذمت کریں' (مشرک لوگ صابی کہہ کر دوسرے لوگوں کو دین سے دور رہنے کی رغبت دیتے تھے)۔

اور ہمارے زمانہ میں جو توحید کی طرف بلاتا ہے۔ اور اللہ کے ایک ہونے کی دعوت دیتا ہے اور انبیاء اور اولیاء اور غیر اللہ کو پکارنے سے ڈراتا ہے۔ تو لوگ اس کو وہابی کے نام سے پکارتے ہیں تاکہ یہ وہابی پکار کر دوسرے لوگوں کو اس کی دعوت سے بچائیں۔ حالانکہ ایسی دعوت حقیقت میں انبیاء کی دعوت ہے۔ اور خاص کر یہ خاتم المرسلین محمد سیدنا والنبیین ﷺ کی دعوت ہے۔

❼ بتوں کی عبادت کا نام دین نہیں ہے بلکہ یہ تو شیاطین کے وسوسے ہیں۔ جو کہ سراسر فطرتِ دین اور عقل کے مخالف ہے۔

جلیل القدر صحابیؓ کی اپنے اسلام کے بارے گفتگو

عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں زمانہ جاہلیت میں یہ گمان رکھتا تھا کہ بتوں کی عبادت کرنے والے لوگ گمراہ ہیں ہدایت کا ذرہ بھی ان کے پاس نہیں ہے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ مجھے پتہ چلا کہ مکہ میں ایک آدمی ہے جو کہ مختلف قسم کی خبریں دیتا ہے۔ (سچائی اور دیانت اور توحید کو عام کرتا ہے)۔ چنانچہ میں اپنی سواری پر سوار ہو کر مکہ کی راہ لیتا ہوا مکہ میں پہنچتا ہوں۔ رسول مکرم ﷺ اپنے آپ کو چھپائے ہوئے غمگین ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے تھے رسول اللہ ﷺ کی قوم سخت غصے کے عالم میں تھی اور آپ کی دعوت سے بہت پریشان تھی۔

عمرو رضی اللہ عنہ: (رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتے ہوئے) آپ کون ہیں؟

رسول اللہ ﷺ: (أنَا نَبِيٌّ) میں نبی ہوں!

عمرو بن عبسہؓ: نبی کیا ہوتا ہے؟

رسول اللہ ﷺ: (جس کو اللہ نے بھیجا ہو) مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔

عمرو رضی اللہ عنہ: کیا چیز اللہ نے تجھے دے کر بھیجا ہے؟

رسول اللہ ﷺ: مجھے اللہ تعالیٰ نے صلہ رحمی کرنے' بتوں کو توڑنے کے لیے بھیجا ہے۔ اور اس لیے بھیجا ہے تاکہ میں اللہ کی توحید بیان کروں' اور اس کے ساتھ ہونے والے شرک کا سد باب کروں۔

عمرو رضی اللہ عنہ: آپ کے ساتھ اور کون ہے؟ (آپ کے دین کی کسی نے تصدیق کی ہے؟)

رسول اللہ ﷺ: ایک آزاد آدمی اور دوسرا غلام۔ (ابوبکر اور بلال رضی اللہ عنہما)

عمرو رضی اللہ عنہ: میں بھی آپ کا پیروکار بننا چاہتا ہوں۔ (آپؐ پر ایمان اور آپ کے دین پر ایمان لانا چاہتا ہوں)۔

رسول اللہ ﷺ: (اے عمروؓ) تو فی الحال مسلمان ہونے کی طاقت نہیں رکھتا' دیکھ لے جو میرا حال ہے اور مجھ پر ایمان لانے والوں کا حال ہے (یعنی تکالیف سے دوچار ہو رہے ہیں)۔

عمرو رضی اللہ عنہ اپنے گھر واپس چلے جاؤ۔ جب اللہ تعالیٰ ہمیں غلبہ دیں تو پھر میرے پاس آنا۔ عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ واپس اپنے گھر چلے جاتے ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ ایک دن ہجرت کر کے مدینہ پہنچ جاتے ہیں۔ عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ اس وقت اپنے گھر میں تھا۔ جب اس کو پتہ چلا۔ تو آپ کے بارے خبریں سنتا سناتا۔ اور لوگوں سے سوال کرتا ہوا ایک گروہ کے پاس آتا ہے جو کہ مدینہ کے ہی باشندے ہوتے ہیں۔ آ کر ان سے پوچھتا ہے۔

عمرو رضی اللہ عنہ: اس آدمی نے کیا کیا ہے جو کہ مدینہ میں تشریف لایا ہے؟ (مراد نبی مکرم ﷺ تھے)

گروہ اہل مدینہ: لوگ تو دھڑا دھڑ اس کی طرف بڑھتے جا رہے ہیں (لوگ دین میں داخل ہونے کے لیے جلدی کر رہے ہیں) اور اس کی قوم اس کو قتل کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ لیکن قتل کرنے کی ان میں جسارت نہیں ہے۔

عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ مدینہ تشریف لاتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے ہیں۔

عمرو رضی اللہ عنہ: اے اللہ کے رسولؐ! کیا آپ نے مجھے پہچانا؟

رسول اللہ ﷺ: ہاں ہاں! کیوں نہیں آپ وہی ہیں جو مجھے مکہ میں ملے تھے۔

عمرو رضی اللہ عنہ: اے اللہ کے رسولؐ! مجھے بھی اس علم سے مطلع فرمایئے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے۔ اور سکھایا ہے۔ میں تو جاہل ہوں اور مجھے نماز کے بارے ضرور خبر دیجیے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: (عمروؓ) صبح کی نماز پڑھو۔ اور جب سورج طلوع ہو جائے تو نماز سے رک جاؤ۔ کیونکہ اس وقت سورج شیطان کے سینگوں کے درمیان طلوع ہو رہا ہوتا ہے۔ اس وقت کفار اس سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور جب سورج بلند ہو جائے تو پھر نماز (نمازِ ظہر) پڑھنا کیونکہ اس وقت نماز حاضر کی جاتی ہے (اس وقت فرشتوں کا نزول ہوتا ہے) جب ایک نیزہ کی مقدار سایہ ڈھل جائے (یہ کنایہ ہے نماز ظہر کے وقت سے) تو پھر نماز نہ پڑھ کیونکہ اس وقت جہنم بھڑکائی جاتی ہے (اس میں ایندھن جلایا جاتا ہے) اور جب سایہ ڈھل جائے (یعنی سایہ مغرب سے مشرق کی جانب آجائے) تو پھر نماز پڑھو اس وقت بھی نماز حاضر کی جاتی ہے (فرشتے حاضر ہوتے ہیں) اور یہ وقت نماز عصر کا ہے۔ جب عصر کی نماز پڑھ لے تو پھر نماز پڑھنے سے رک جاؤ۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔ کیونکہ یہ غروب بھی شیطان کے سینگوں میں ہوتا ہے (یہ کنایہ ہے شیطان کے سر کی دونوں طرفوں سے) اس وقت بھی کافر سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ بعد میں پھر جس نماز کا وقت ہو وہ نماز پڑھ لینا۔

عمرو رضی اللہ عنہ: اے اللہ کے نبیؐ! مجھے وضوء کے بارے بھی بتایئے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: مَا مِنْكُمْ مِنْ رَجُلٍ يُقَرِّبُ وُضُوءَهُ. جو آدمی وضوء کرنے کے لیے قریب ہوتا ہے اور منہ اور ناک میں پانی داخل کر کے اس کو اچھی طرح صاف کرتا ہے تو منہ کی خطائیں بھی اس پانی کے

ذریعہ ختم ہو جاتی ہیں۔ ناک میں داخل ہونے والا پانی ناک کی غلطیوں کو کچل دیتا ہے۔ اور جب آدمی اللہ کے دیئے ہوئے حکم کے مطابق اپنا چہرہ دھوتا ہے تو چہرے کی تمام برائیاں (گناہ) پانی کے آخری قطر تک پانی میں حل ہو کر منہ کے دونوں اطراف سے گر جاتی ہیں۔ اور جب آدمی اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوتا ہے تو ہاتھوں کی برائیاں پوروں کے راستے پانی کے ساتھ نیچے جاپڑتی ہیں۔ اس طرح جب آدمی اپنے سر کا مسح کرتا ہے تو سر کی برائیاں ایک ایک بال سے نکل کر اور دونوں کانوں سے نکل کر منہ کے بل نیچے گر جاتی ہیں۔ اور جب وضوء کرنے والا اپنے پاؤں کو ٹخنوں تک دھوتا ہے تو پاؤں کے گناہ بھی بمع پانی گر جاتے ہیں۔ اور جب آدمی وضوء کر کے نماز میں اللہ کی حمد وثناء اور عظمت بیان کرتا ہے جس کے وہ واقعی لائق ہے اور نماز میں اس کا دل اللہ تعالیٰ کے لیے فارغ ہو جاتا ہے تو ایسا آدمی اپنے گناہ سے ایسے بری ہو جاتا ہے جیسے اس کی ماں نے اس کو معصوم جنم دیا ہو۔ (مسلم صلوٰۃ المسافرین ۸۳۲)



فوائد حدیث وقصہ

1. اسلام سے قبل عرب میں بعض ایسے لوگ بھی موجود تھے جو بتوں کی عبادت کا انکار کرتے تھے۔ کیونکہ یہ بات عقل اور فطرت کے مخالف عبادت تھی۔
2. رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعوت شروع میں مخفی کی اس کے باوجود لوگ آپ پر مسلط ہو گئے۔ لیکن آپ نے صبر کیا۔ اس میں نہایت مفید سبق ہے۔ مبلغین اسلام کے لیے کہ وہ دعوت کے دوران ملنے والی تکلیف پر صبر کریں۔

3. اسلام صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بتوں کو توڑنے کا حکم دیتا ہے۔ شرک نہ کرنے اور خالص اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیتا ہے۔
4. ابتداء اسلام میں دعوتی سلسلہ بہت کمزور تھا' رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی تصدیق کرتے ہوئے صرف آزاد لوگوں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور غلام لوگوں سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہی ایمان لائے۔
5. رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی دعوت کا بھرپور یقین تھا کہ میری دعوت عام ہوگی اس لیے عمرو کو حکم دیا کہ وہ جب دعوت عروج پر پہنچ جائے تب دوبارہ آئے۔
6. لوگ دھمکیاں ملنے کے باوجود بہت تیزی سے اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ جیسے عمرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور دوبارہ پھر مدینہ ہی تشریف لائے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد دلائیں کہ وہ مکہ میں ان سے ایک بار مل چکا ہے۔
7. اس قصہ سے علم و تعلیم اور جہالت کی بنا پر سوال کرنے کی اہمیت واضح ہوئی ہے۔ خاص طور پر انسان کا اہم دینی امور کے بارے سوال کرنا۔ جیسے نماز وضوء وغیرہ باقی احکام تب لاگو ہوتے ہیں جب انسان اللہ کی وحدنیت کا اقرار کرے اور اس کے ساتھ شرک کرنے کا انکار کرے۔
8. وضوء اور خشوع و خضوع والی نماز ایک فضیلت رکھتی ہے۔ کیونکہ یہ آدمی کو گناہوں سے اس طرح خارج کر دیتی ہے جس طرح اس کی والدہ نے اس کو معصوم جنم دیا ہو۔
9. اس قصہ میں آپ نے صحابہ کو یہ بھی بتلایا کہ نمازوں کے اوقات پانچ ہیں اور ان اوقات سے بھی آگاہ کیا جو کہ نماز کے مانع ہیں (جن میں نماز پڑھنا ممنوع ہے)۔



ہماری چند دیگر کتب













